URDU GULBUN JED-LITERARY ORG.

شمارہ
۱۹

یکم اگست تا ۱۵/اگست ۲۰۲۶ء

خدا بخش لائبریری خاص شمارہ

ایک دستاویز

پندرہ روزہ

آن لائن

اُردو گلبن (جدہ)

(خالص ادبی ومعاشرتی رسالہ)

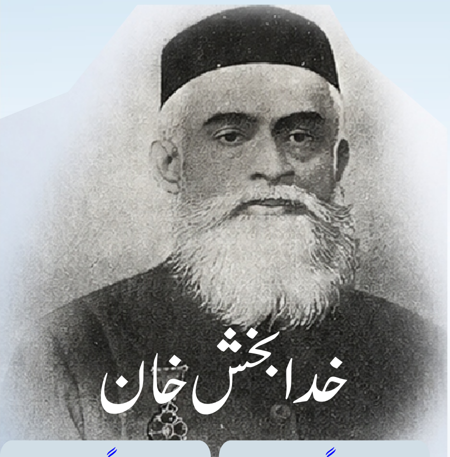

ولادت: ۲/اگست ۱۸۴۲ء وفات: ۳/اگست ۱۹۰۸ء

ہم نے خوشبو کے بند کھول دیئے
اب ہوا تیری ذمہ داری ہے

مدیر اعلیٰ: مہتاب قدر

مجلس ادارت

پروفیسر ارتضٰی کریم

مہتاب قدر

مرزا محمد نواب

افسر حسین

اسلم افغانی

تاشقین سیّد

فیصل طفیل

مجلس مشاورت

نعیم جاوید	(دمام الخبر)
افتخار راغب	(ریاض)
محمد سیف الدین	(ریاض)
ناصر برنی	(ینبع)
محمد ہاشم علی	(حیدرآباد)
سراج وہاب	(جدہ)
افسر فہیم	(امریکہ)
دانش عبدالغفور	(ریاض)
مسعود حساس	(کویت)
عزیز الرب علیگ	(جدہ)
اعجاز شاہین	(امارات)

پندرہ روزہ

اُردو گلبن

(خالص ادبی و معاشرتی رسالہ)

اشاعت کی شرائط

۱۔ مضمون زبان و بیان کے اعتبار سے مبہم اور پیچیدہ نہ ہو۔

۲۔ مضمون کا زیادہ تر مواد ماخوذ و مستفاد نہ ہو اور حوالے ساتھ نقل کیے جائیں۔

۳۔ مضمون میں موضوع سے متعلق کما حقہ احاطہ کیا گیا ہو۔

۴۔ اقتباسات/اشعار ضرورت سے زیادہ نہ ہوں، مضمون نگار کی اپنی تحریر زیادہ ہو۔

۵۔ مضمون رسالہ کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو؛ یعنی تحریر سے کسی کی دل آزاری یا ہجو مقصود نہ ہو۔

۶۔ مضمون میں ترجیحاً کوئی نیا زاویہ یا نئی جہت ہونی چاہیے۔

۷۔ مضمون نہایت مختصر یا بہت طویل نہ ہو۔

۸۔ مضمون نگار اپنی پاسپورٹ سائز تصویر، پورا پتہ، اور مراسلت کے لیے ای میل وفون نمبر بھی ارسال فرمائیں۔

مہتاب قدر
مدیر اعلیٰ
Email: mahtabqadr@gmail.com
Whatsapp: +966 50 132 9193

مرزا محمد نواب
Email: mirza_shanov@hotmail.com
Whatsapp: +966 50 8509457

تزئین کار محمد سلیمان طاہر

توجہ طلب: پندرہ روزہ آن لائن اُردو گلبن رسالے میں شائع ہونے والے تمام مضامین قلم کاروں کے اپنے ذاتی خیالات ہیں اور وہ خود ان کے ذمہ دار، کسی بھی تحریر سے کسی کی تضحیک یا ہجو منظور نہیں اور یہ مطلق ضروری نہیں کہ ادارہ اُردو گلبن قلم کاروں کی نگارشات سے اتفاق کرے۔

حُسنِ ترتیب

قرآنی آیت ______ 4

حدیث نبوی (ﷺ) ______ 4

اداریہ: ''مکتبات کی علمی و اَدبی حیثیت'' ______ مہتاب قدر (جدہ) ______ 5

حمد باری تعالیٰ ''ہر شے میں تیری قدرت حسنِ تمام یارب'' ______ اطہر عباسی (جدہ) ______ 6

نعت رسول مقبول ﷺ ''محمد مصطفی کا شہر محمد مجتبیٰ کا شہر'' ______ نصیر احمد عادل کھرولی (بہار) ______ 6

نعت رسول مقبول ﷺ ''جب کھلے محمد ﷺ کی چاہتوں کے دروازے'' ______ مہر النساء مہرؔو (کرناٹک) ______ 6

مضامین

اقتباس' خدا بخش خان (بانی خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری' ______ (ادارہ) ______ 7

پروفیسر (ڈاکٹر) زاہد الحق، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، کے نئے ڈائرکٹر سے انٹرویو ______ مرزا محمد نواب (جدہ) ______ 9

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ: عابد سے زاہد (جاری) تک ______ ڈاکٹر ارتضیٰ کریم ______ 15

خدا بخش لائبریری پر یادگاری ڈاک ٹکٹ -ایک اعتراف- ______ مرزا محمد نواب (جدہ) ______ 17

ڈاکٹر عابد رضا بیدار: خدا بخش لائبریری کے سابق سربراہ۔حیات اور خدمات ______ مہتاب قدر (جدہ) ______ 19

خدا بخش لائبریری۔تہذیبی اقدار کا مظہر و تہذیبی شناخت کا ایک حوالہ ______ حقانی القاسمی ______ 21

خدا بخش اورینٹل لائبریری کی علمی خدمات ______ سلیم خان (امریکا) ______ 25

خدا بخش لائبریری: برصغیر میں علم و تہذیب کی محفوظ میراث و امانت ______ یاسمین اختر طوبیٰ (گوجرہ) ______ 27

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری: ایک عظیم تحقیقی مرکز ______ محمد ابوبکر (مونگیر) ______ 30

خدا بخش اورینٹل لائبریری میں ''گوشہ دسنہ'' ______ جمال محسن کی فیس بک وال سے ______ 32

خدا بخش لائبریری: ایک الگ شناخت ______ ڈاکٹر محمد ذاکر حسین (پٹنہ) ______ 33

نادر مشرقی قومی اثاثہ۔خدا بخش لائبریری ______ پروفیسر مجید بیدار ______ 46

ایک یادگار نظم: بیادِ مولوی خدا بخش خان ______ احمد علی برقی اعظمی مرحوم ______ 48

(غزلیں)

''مری آہیں کر رہی ہیں مرے غم کی ترجمانی'' ______ شمیسہ فاروقی (جدہ) ______ 49

''میں ترے ساتھ چل نہیں سکتا'' ______ احمد علی رفعت کارنجہ لاڈ (مہاراشٹر) ______ 49

''دھوپ نیزے اگر ڈراتے ہیں'' ______ مدھوش بلگرامی (ہردئی) ______ 49

(رپورٹ/ادبی خبریں)

بہار میں ادب، ثقافت اور سماج پر صوفی بھکتی تحریک کے اثرات پر خدا بخش لائبریری میں دو روزہ قومی سمینار کا انعقاد ______ 50

اردو یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر سید عین الحسن کی میعاد میں توسیع ______ 52

انتقالِ پُرملال ______ 53

آپ کے خطوط ______ 54

قرآنی آیت

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ
لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ"

ترجمہ: ''کہہ دو، کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟
نصیحت تو صرف عقل والے ہی قبول کرتے ہیں''۔

(سورۃ الزمر۔9:39)

حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ"

ترجمہ ''ہر مسلمان مرد و عورت پر اتنا علم سیکھنا فرض ہے
جس کے ذریعہ وہ حلال و حرام کو پہچان سکے''

(حوالہ: سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 224)

شعر

علم کی ابتدا ہے ہنگامہ
علم کی انتہا ہے خاموشی (فردوس گیاوی)

مکتبات کی علمی وادبی حیثیت

علم واَدب کی تاریخ میں مکتبات (لائبریریوں) کو ہمیشہ مرکزی مقام حاصل رہا ہے۔ یہ صرف کتابوں کے ذخیرے نہیں بلکہ تہذیب، ثقافت، تحقیق اور فکری اِرتقاء کے مراکز ہوتے ہیں۔ ہر وہ معاشرہ جس نے علم کو فروغ دیا، اس نے مکتبات کی تعمیر وترقی پر خصوصی توجہ دی۔ بغداد کا بیت الحکمہ، الجزائر کی قومی لائبریری، یونیورسٹی آف الجزائر کی لائبریری، قرطبہ کے کتب خانے، اور برصغیر کے قدیم علمی مراکز اس روایت کی روشن مثالیں ہیں۔ چاہے وہ پٹنہ کی خدابخش اورینٹل لائبریری ہو، تلنگانہ کی آصفیہ لائبریری یا رضا لائبریری، رام پور ہو۔

مکتبات نسلوں کے درمیان علمی ورثے کی منتقلی کا مضبوط ذریعہ ہیں۔ ایک طالب علم، محقق، ادیب یا شاعر جب کسی لائبریری میں داخل ہوتا ہے تو وہ صدیوں کے علمی سرمائے سے براہِ راست رشتہ قائم کرتا ہے۔ یہی وہ ماحول ہے جہاں مطالعے کی عادت پروان چڑھتی ہے، تحقیق کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے اور تخلیقی صلاحیتوں کو نئی جہت ملتی ہے۔

اَدبی دنیا میں مکتبات کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کلاسیکی اور جدید اَدب، نادِر مخطوطات، رسائل وجرائد اور تحقیقی کتب ادیبوں اور ناقدین کے لیے قیمتی سرمایہ ہیں۔ یہی ذخیرہ نئے خیالات، بہتر تنقیدی شعور اور معیاری تخلیقات کو جنم دیتا ہے۔ کسی بھی زبان کی ترقی میں مضبوط کتب خانوں کا کردار ناقابلِ انکار ہے۔

ڈیجیٹل دور میں اگرچہ معلومات تک رسائی آسان ہوگئی ہے، لیکن مکتبات کی افادیت کم نہیں ہوئی بلکہ ان کی ذمہ داریاں مزید وسیع ہوگئی ہیں۔ جدید لائبریریاں مطبوعہ کتابوں کے ساتھ ساتھ ڈیجیٹل وسائل، آن لائن جرائد، تحقیقی ڈیٹا بیس (data base) اور علمی سرگرمیوں کے ذریعے علم کی ترویج میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے میں مطالعے کی ثقافت کو فروغ دیا جائے، عوامی اور تعلیمی مکتبات کو جدید سہولیات سے آراستہ کیا جائے اور نوجوان نسل کو کتاب سے جوڑنے کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں۔ ایک زندہ قوم کی پہچان اس کے مکتبات سے ہوتی ہے، کیونکہ جہاں کتابوں کی قدر ہوتی ہے وہاں علم، شعور، تحقیق اور ادب بھی فروغ پاتے ہیں۔

مگر کیا کریں کہ:

کاغذ کی یہ مہک، یہ نشہ روٹھنے کو ہے
یہ آخری صدی ہے کتابوں سے عشق کی

خدابخش لائبریری خاص نمبر آپ کے پیش نظر ہے۔ یہ شمارہ ایک دستاویزی اہمیت کا حامل ہے۔ جس کے مشمولات میں نئے ڈائرکٹر پروفیسر زاہد الحق کا خاص انٹرویو ان کے حوصلہ مند عزائم کا آئینہ دار ہے اور مکتبہ کے ارتقائی سفر کے آغاز کی پیش گوئی بھی۔ دیگر چند نوادرات بھی شامل ہیں جو اردو گلبن کے اس شمارے کو دستاویزی حیثیت دلاتے ہیں۔ قارئین اپنی آراء کا اظہار فرمائیں۔

مہتاب قدر
(جدّہ)

حمد باری تعالیٰ

اطہر عبّاسی

(جدہ)

ہر شے میں تیری قدرت حُسنِ تمام یارب
انوارِ دوجہاں ہے تیرا کلام یارب

تاحشر سائباں ہو اک آسمانِ رحمت
مقبول ہو زمیں پر ادنیٰ قیام یارب

آبِ رواں کی صورت دنیا گزر گئی، پر
فردوس میں یقیناً ہوگا دوام یارب

محوِ خرام دیکھا، غنچے چٹک رہے ہیں
خوشبو کو تو نے بخشا اذنِ خرام یارب

ماں باپ کے لئے تو ہر دم یہی دعا ہے
فردوس میں عطا ہو اعلیٰ مقام یارب

پُر نور کر رہا ہے ذہنِ رسا کو ہر دم
حُسنِ کلام تیرا، خیر الکلام یارب

محبوب انبیاء ﷺ کے انسانیت کے رہبر
ہیں آخری پیمبر خیر الانام ﷺ یارب

ہر رنگ تیری قدرت کا منفرد نظارہ
حُسنِ تمام یارب، حُسنِ تمام یارب

جاتے ہوئے جہاں سے اطہر کی التجا ہے
دل کا بنے سہارا، بس تیرا نام یارب

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نصیر احمد عادل کمھر ولی

(دربھنگہ بہار)

محمد مصطفٰے کا شہر محمد مجتبیٰ کا شہر
الٰہی آرزو ہے دیکھ لوں خیرالوریٰ کا شہر

جہاں پہ رات دن رحمت تری یارب برستی ہے
دکھا دے فضل سے اپنے ہمیں صلِ علیٰ کا شہر

کہاں وہ حسن حاصل ہے کسی بھی شہر کو یارب
ہے جیسا فضل سے تیرے محمد مرتضٰے کا شہر

جہاں پر خار کا نام و نشاں ملتا نہیں آقا
وہ تنہا شہر ہے یارب محمد مصطفٰے کا شہر

سکون قلب ملتا ہے جہاں میں سارے انساں کو
مدینہ ہے زمیں پر وہ محمد مجتبیٰ کا شہر

جہاں پہ روضہء اطہر محمد مصطفٰے کا ہے
ہے وہ نورالنبی کا روشنی کا اور ضیاء کا شہر

جہاں کی چاندنی بھی دید کے قابل ہے عالم میں
وہ عادل شہر ہے دنیا میں اک بدرالدجی کا شہر

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مہرالنّساء مہروؔ

(بیجاپور کرناٹک)

جب کھلے محمد ﷺ کی چاہتوں کے دروازے
مٹ گئے ہیں نفرت کی آندھیوں کے دروازے

جب خدائے واحد کا درس لے کے آپ ﷺ آئے
کیوں نہ بند ہوں گے یہ بت کدوں کے دروازے

کون کھول سکتا ہے آپ ﷺ کے سوا، آقا ﷺ
بیکسوں یتیموں پر شفقتوں کے دروازے

آپ ﷺ ہی کے آنے سے نور چھا گیا جگ میں
بند ہوگئے سارے ظلمتوں کے دروازے

آپ ﷺ کے اشارے پر چاند کے ہوئے ٹکڑے
رب نے آپ ﷺ پر کھولے معجزوں کے دروازے

چاروں قل پڑھا کیجئے آپ ﷺ نے بتایا ہے
بند ہو ہی جائیں گے حاسدوں کے دروازے

ذکر میرے آقا ﷺ کا صبح شام ہوتا ہے
کھل گئے مرے گھر کی برکتوں کے دروازے

امتِ محمد ﷺ کا داخلہ نہ ہو جب تک
بند ہو نہیں سکتے جنّتوں کے دروازے

مصطفیٰ ﷺ نے عورت کو مرتبہ وہ بخشا ہے
مل گئے ہمیں مہروؔ عزّتوں کے دروازے

خدابخش خان

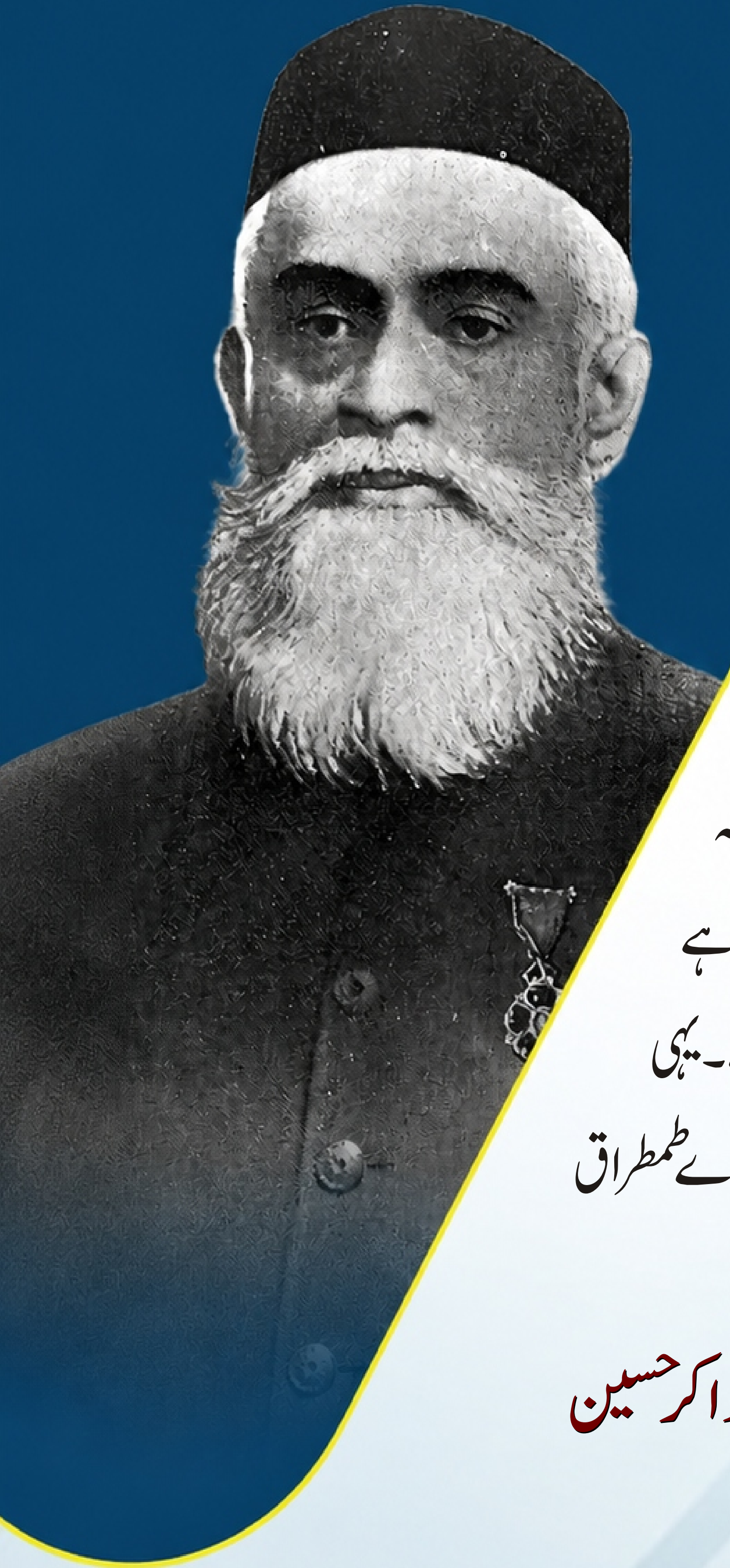

’خدابخش خاں
کی بین الاقوامی
شہرت ایک عظیم مشرقی
کتاب خانہ کے بانی کی حیثیت سے
ہے۔ یہ ان زندگی کا اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ
اس عالم رنگ و بو میں جب تک انسان میں زندگی کی
رمق باقی رہے گی، اس وقت تک خدابخش خاں کو بڑے
احترام واکرام سے یاد کیا جائے گا۔ خدابخش اورینٹل پبلک
لائبریری کی صورت میں ان کی یہ گراں قدر خدمت عالمی پیمانہ
پراتنی مشہور ہے کہ جب بھی خدابخش خاں کا نام زبان پر آتا ہے
فوراً ذہن ان کی قائم کردہ لائبریری کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ یہی
وجہ ہے کہ ارباب علم و فضل نے ان کی اسی عظیم یادگار کا ذکر بڑے طمطراق
کے ساتھ اپنی تحریر و تقریر میں کیا ہے۔‘

ڈاکٹر ذاکر حسین

خدا بخش لائبریری

اپنا تو کام ہے کہ جلاتے چلو چراغ

پروفیسر (ڈاکٹر) زاہدالحق، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، کے نئے ڈائرکٹر سے انٹرویو

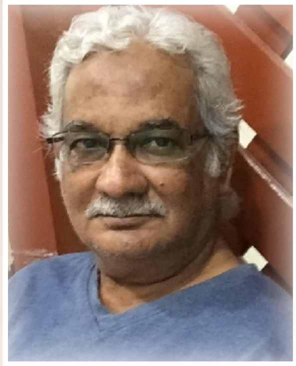

مرزا محمد نواب

میرے لائبریری سے وابستہ ہونے کے بعد سب سے پہلی دل دوز خبر یہ ملی تھی کہ لائبریری جرنل جنوری 2024 سے تعطل کا شکار رہے۔ایک منظم اور مضبوط لائحۂ عمل کے تحت ہم لوگوں نے اس کا احیا کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور محض ایک ماہ کے اندر اندر ہم نے جرنل کا اجرا کیا۔

سوال نمبر ا:

زاہد اور حق دو نام ہیں۔ اوالذکر کے عام معنی پرہیز گار، عبادت گزار، تارک الدنیا اور خدا پرست کے ہیں اور آخرالزکر کے مختلف معنوں میں ایک معنی مستحق ہونا، کسی چیز، انعام، یا منصب کا جائز حقدار ہونا بھی ہے۔ پٹنہ کے نامی وکیل و شیدائی علم و ادب مولوی محمد بخش خان کے ۱۸۹۱ میں بنیاد کردہ اور ان کے فرزند ارجمند مولوی خدا بخش خان کے تعمیر کردہ کتب خانے بہ مشہور خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری میں منصب اعلی پر حال ہی میں آپ کی تقرری ہوئی۔ اس تقرری کی وجہ؟ یہ سوال دانستہ آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ خدا بخش لائبریری جیسے اداروں میں بقول شخصے ڈائرکٹر ہوتے ہی نہیں۔

جواب ا۔

خدا بخش لائبریری اپنے قیام ہی سے علم و آگہی کا مرکز اور مشرقی علوم وفنون کا بہت اہم سرچشمہ رہی ہے اور اس کے فضل و کمال سے ایک زمانہ فیض یاب ہوا ہے۔ زمانۂ طالب علمی ہی سے میرے لیے یہ ادارہ خاص توجہ کا مرکز رہا ہے اور مجھ جیسے کمزور طالب علم کی اس ادارے نے علمی اور روحانی ہر سطح پر بھرپور رہنمائی کی ہے۔ بالخصوص تحقیق کے دوران اس ادارے میں مخزونہ مخطوطات اور کتب سے میں نے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔ گویا اس ادارے سے میرا قلبی لگاؤ ہے۔ تعلیم کے سلسلے سے جب مجھے اپنے وطن مالوف سے دور علی گڑھ اور دہلی میں مقیم رہنا پڑا تو اس لائبریری کی شدت سے ضرورت پڑتی رہی۔ پھر جب تدریس کے شعبے سے وابستہ ہوا اور دہلی سے نکل کر کلکتے کے راستے حیدرآباد پہنچا اور جب ذرا حالات نے فرصت دی تو خیال آیا کہ میں نے اب تک اپنی زندگی میں جن اداروں سے فیض حاصل کیا، ان اداروں کو کچھ بھی لوٹایا نہیں ہے، اسی خیال کے پیش نظر میں خطہ بہار کی طرف واپس آنا چاہتا تھا۔ خوش قسمتی سے خدا

بخش لائبریری کے ڈائریکٹر کے لیے اشتہار آیا ہوا تھا، چند اساتذۂ کرام اور مخلصین نے اس جانب متوجہ کیا اور انتخاب کے مشکل مرحلے سے گزر کر بالآخر مجھے اس عظیم الشان ادارے سے وابستہ ہونے کا موقع ملا، میں اس لطف و کرم کے لیے وزارت ثقافت، حکومت ہند کا اور ساتھ ہی ساتھ ریاست کے عزت مآب گورنر جو کہ لائبریری بورڈ کے

رستے میں خواہ دوست یا دشمن کا گھر ملے

سوال نمبر ۲:

پروفیسر سدھارتھ سنگھ صاحب سے ۲۶ جون کو بہ حیثیت ڈائرکٹر خدا بخش لائبریری آپ کو کیسا لگا؟

جواب:

پروفیسر سدھارتھ سنگھ صاحب بڑے باپ (ہندی کے مشہور و معروف ناول و

انھوں نے اپنے خاص لطف و کرم کے زیر اثر مجھے لوگوں سے اپنا دوست کہہ کر متعارف بھی کرایا۔ بڑے لوگوں کی بڑی باتیں:

یہ الگ بات کہ خاموش کھڑے رہتے ہیں
پھر بھی جو لوگ بڑے ہیں وہ بڑے رہتے ہیں

مجھ جیسے ادب کے ایک ادنیٰ سے طالب علم کو جب کسی شیخ الجامعہ سے ذمے داری لینے کا موقع ملا تو یقین جانیے وہ لمحہ اپنے

خدابخش لائبریری کی ملکیت میں نوادرات میں بہت سی چیزیں موجود ہیں جیسے مغل مصوری، راج پوت مصوری، سکھ مصوری کے علاوہ نادرشاہ کی تلوار، بیرم خاں کا چاقو، پرنس آف ویلس کی چھڑی، مغلیہ بادشاہوں کے استعمال خاص کی زہر شناس رکابی اور گلاس وغیرہ وغیرہ

چیرمین ہوتے ہیں، ان کا صمیم قلب سے شکرگزار ہوں۔ رہی بات ڈائریکٹر کی تو یہ تو محض ایک عہدہ ہے ورنہ حقیقت تو بس یہ ہے کہ خدا نے مجھے ایک موقع عنایت فرمایا ہے کہ میں اردو کے ساتھ ساتھ دیگر مشرقی علوم سے کچھ اور فیض حاصل کرسکوں اور اسی بہانے عوام کی خدمت بھی کرسکوں۔ آپ نے زاہد اور حق کی بات کی ہے تو بس اتنا سا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صدق دل سے کوئی حق کا زاہد یعنی عبادت گزار ہو جائے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کا ناحق کچھ نہیں کرسکتی اور اپنا تو شعار ہے کہ

اپنا تو کام ہے کہ جلاتے چلو چراغ

افسانہ نگار پروفیسر کاشی ناتھ سنگھ جی) کے بیٹے اور ہم سب کے مشفق و مہربان گرو جی پروفیسر نامور سنگھ صاحب کے بھتیجے ہیں۔ پالی زبان و ادب اور فلسفے کے بہترین استاد ہیں جو بنارس ہندو یونی ورسٹی سے وابستہ ہیں اور فی الوقت وزارت ثقافت، حکومت ہند کی ایک یونی ورسٹی نو نالندہ مہاوِہار کے شیخ الجامعہ یعنی وائس چانسلر ہیں۔ ان کا چند مہینوں حیدرآباد سنٹرل یونی ورسٹی میں بہ حیثیت وِزیٹنگ پروفیسر قیام بھی رہا ہے۔ ان سے میری کچھ کچھ شناسائی تھی مگر ان کے والد محترم پروفیسر کاشی ناتھ سنگھ جی سے میری خوب یاد اللہ ہے اور کئی مواقع پر

آپ میں بڑا یادگار تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس ذمے داری کا بھی بار بار احساس ہوتا رہا کہ میرے ناتواں کندھوں پہ بڑی ذمے داری ڈالی جا رہی ہے۔ خدائے سخن اس موقعے سے بہت زیادہ یاد آتے رہے:

عشق اک میر بھاری پتھر ہے
کب یہ تجھ ناتواں سے ٹھتا ہے

سوال نمبر ۳:

قلمی نسخے و مخطوطات ادب کے ایک تاریخی دور کے سفر کو اپنے جلو میں بسائے رکھتے ہیں۔ خدا بخش لائبریری میں کس دور کے قلمی نسخوں و مخطوطات کا ادب محو

سفر ہے؟ یہ مخطوطات کن زبانوں، موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں؟ تنظیم و ترتیب کے پیش نظر کیا ان کی فہرست و تقسیم الگ الگ رجسٹر میں ہے؟ کم و بیش قلمی نسخے ومخطوطات کی تعداد کیا اس وقت کیا ہے؟

میرا سوال یہ دانستہ ہے کیونکہ

third – An Eastern Library 1985 impression کے مصنف

وی سی اسکاٹ اوکونور (Scott.V.C O'Connor) نے فارسی و عربی مخطوطات کو دو حصوں میں مرکزی وضمنی فہرست میں تقسیم کیا تھا اور مخطوطات کی کل تعداد ۱۸۷ بتائی۔ خان صاحب عبدالمقتدر نے فارسی فہرست مرتب کی تھی جبکہ عربی فہرست مولوی عبدالحمید صاحب کی مرتب کی ہوئی ہے۔

جواب ۳:

خدابخش لائبریری کا اختصاص یہ ہے کہ یہاں اُردو زبان کے علاوہ عربی، فارسی، سنسکرت، ہندی، ترکی، پشتو، اودھی، برج وغیرہ زبانوں کے مخطوطات موجود ہیں جن کی کل تعداد 21،000 ہے اور کتابوں کی تعداد تین لاکھ سے زائد ہے۔ اس کے علاوہ سرکاری گزٹ، زمین کے دستاویزات اور بہت سی نادر و نایاب اشیا موجود ہیں۔ اس لائبریری میں مخزونہ مخطوطات میں سے چار مخطوطات ایسے ہیں جن کو حکومت ہند نے قومی سرمایہ یا نیشنل ٹریزر کی حیثیت دی ہے۔ ان کے علاوہ 72 مخطوطات ایسے ہیں جو بہت ہی نادر و نایاب ہیں جن کا پوری دنیا میں صرف ایک ہی نسخہ ہے۔ ان میں سے کئی مخطوطات ایسے ہیں جو تقریباً ایک ہزار سال پرانے ہیں۔ ان مخطوطات کی فہرست موجود ہے جو شائع شدہ ہے اور جس سے تشنگان علم و ادب فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔ آپ نے جو تعداد بتائی ہے اس سے اشتباہ یہ ہو رہا ہے کہ غالباً یہ توضیحی کیٹلاگ کی تعداد ہے۔

سوال نمبر ٤

کیا ان مخطوطات کے تراجم بھی ہیں جیسے ممبئی کی جامع مسجد کے کتب خانے میں مل جاتے ہیں؟ ہیں تو کن زبانوں میں۔

مختصراُ ہی بتا دیں۔

جواب ٤:

جی ہاں، بہت سے مخطوطات ہیں جن کے تراجم انگریزی زبان میں موجود ہیں مثلاً سیرت فیروز شاہی، مکتوبات صدی، مرأت احوال جہاں نما معروف بہ سفر نامۂ بہار از البہ بہانی، مظفر نامہ جس کو ہم سب تاریخ بہار و بنگال از کرم علی کے نام سے جانتے ہیں، ان سب کے انگریزی تراجم موجود ہیں۔

سوال نمبر ٥:

نوادرات میں کیا کیا شامل ہیں اور ان کی نوعیت کیا ہے؟ مثلاً بادشاہوں و حکمرانوں کی ذاتی ڈائریاں، نادر پینٹنگز، اور تاریخی نوادرات، نادر و نایاب کتابوں کی نقلیں وغیرہ۔

جواب ٥:

خدابخش لائبریری کی ملکیت میں نوادرات میں بہت سی چیزیں موجود ہیں۔ مغل مصوری، راج پوت مصوری، سکھ مصوری کے علاوہ نادر شاہ کی تلوار، بیرم خاں کا چاقو، پرنس آف ویلس کی

لائبریری کے نوادرات اور مخطوطات تک فی الوقت آن لائن رسائی ممکن نہیں ہے مگر جلد ہی مخطوطات اور دیگر کئی چیزوں کو لائبریری کی ویب سائٹ پر دستیاب کرایا جائے گا تا کہ عوام الناس کے بڑے حلقے تک لائبریری پہنچ سکے۔ ابھی لائبریری کے مخزونہ مخطوطات کو ڈیجیٹل کاپی کی شکل میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔

چھڑی، مغلیہ بادشاہوں کے استعمال خاص کی زہر شناس رکابی اور گلاس، مغلیہ اور انگریز عہد کی بندوقیں اور مختلف عہد کے اصطرلاب موجود ہیں۔ مغلیہ بادشاہوں کے زیر مطالعہ رہنے والا شاہ نامہ کا نسخہ، دیوان حافظ کا نسخہ جس سے ہمایوں، جہاں گیر کے فال نکالنے کی تصدیق ہوتی ہے اور اسی نسخے میں ہمایوں، جہاں گیر اور شاہ جہاں کی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر بھی موجود ہے۔

سوال نمبر ٦:

کیا لائبریری کی کتب، مخطوطات و نودرات کی سرمائے تک آن لائن رسائی ممکن ہے؟ کیسے اور کن شرطوں پر؟

جواب ٦:

لائبریری کے نوادرات اور مخطوطات تک فی الوقت آن لائن رسائی ممکن نہیں ہے مگر جلد ہی مخطوطات اور دیگر کئی چیزوں کو لائبریری کی ویب سائٹ پر دستیاب کرایا جائے گا تاکہ عوام الناس کے بڑے حلقے تک لائبریری پہنچ سکے۔ ابھی لائبریری کے مخزونہ مخطوطات کو ڈیجیٹل کاپی کی شکل میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے kboplibrary@gmail.com پر ای میل بھیج کر آگے کی کارروائی مکمل کی جاسکتی ہے۔

سوال نمبر ۷:

حفاظت کی غرض سے ذاتی لائبریری کی کتب، مخطوطات، قلمی نسخے وغیرہ ریاست کی بڑی یونیورسٹی کے حوالے کردیے جاتے ہیں، جیسے کتب خانہ جامع مسجد، ممبئی کا مولوی محمد یوسف کھٹکھٹے کا ایک ذاتی کلکشن جو بمبئی یونیورسٹی کی لائبریری کے "کھٹکھٹے کلکشن" میں موجود ہے۔ کیا ایسا کوئی کلکشن خدا بخش لائبریری نے کسی یونیورسٹی کے حوالے کیا؟

جواب ۷:

خدا بخش لائبریری کی کوئی بھی کتاب یا مخطوطہ کہیں اور محفوظ نہیں ہے بلکہ دیگر اداروں کے کلکشن اس لائبریری میں محفوظ ہیں۔ مثلاً دسنہ کلکشن وغیرہ۔

سوال نمبر ۸:

آپ کی قیادت میں کیا لائبریری کے جرنل میں کسی تبدیلی کا امکان ہے؟

جواب ۸:

میرے لائبریری سے وابستہ ہونے کے بعد سب سے پہلی دل دوز خبر یہی ملی کہ لائبریری جرنل جنوری 2024 سے تعطل کا شکار ہے۔ ایک منظم اور مضبوط لائحۂ عمل کے تحت ہم لوگوں نے اس کا احیا کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور محض ایک ماہ کے اندر اندر ہم نے جرنل کا اجرا کیا۔ مشاورتی بورڈ اور ایڈیٹوریل بورڈ کا از سر نو احیا کیا گیا ہے اور ہم سب کی پوری توجہ جرنل کے مزاج و معیار کو بلند کرنے کی طرف ہے۔ جلد ہی ہم اس جرنل کو ISSN نمبر کے ساتھ اپنے قارئین تک پہنچانے کا عزم مصمم رکھتے ہیں۔

> **خدا بخش لائبریری کے متعلق جتنی معلومات حاصل کرلیں، کم ہیں کہ ہر دن کوئی نہ کوئی نئی بات خود میرے سامنے آتی رہتی ہے۔ مختلف علوم وفنون پر ایسی ایسی چیزیں یہاں موجود ہیں جن سے اہل علم ونظر بہ خوبی واقف ہیں مگر پھر بھی بہت سی ایسی جان کاریاں ہیں جن کو حاصل کرنے کے لیے اس لائبریری تک ضرور آنا چاہیے۔**

سوال نمبر ۹:

کتب خانہ خدا بخش کے قرب و جوار میں پرانی و نئی گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ؛ بہار اردو اکادمی؛ اردو بھون؛ انجمن ترقیٔ اردو، اور راجکیہ اردو پستکالیہ واقع ہیں۔ کیا

قومی سطحوں پر قائم ان اداروں سے خدا بخش لائبریری کا وقار کسی طرح متاثر ہوتا ہے؟

جواب ۹:

خدا بخش لائبریری کے آس پاس جتنی بھی لائبریریاں ہیں، ان سے خدا بخش لائبریری کے مزاج و منہاج میں کسی قسم کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان اداروں سے خدا بخش لائبریری کو وقتاً فوقتاً فائدہ ہی ہوتا ہے اور کئی طرح کے اکادمک کاموں میں ہم ان سب اداروں کو ساتھ لے کر چلتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ مستقبل کے ہمارے منصوبوں میں سے ایک اہم منصوبہ آس پاس کی لائبریریوں کے ساتھ ساتھ پوری ریاست اور ملک کی دیگر کئی ساری لائبریری کا ایک نیٹ ورک تیار کرنا ہے تا کہ مشرقی علوم کے قدردانوں کو مزید سہولتیں مہیا کرائی جا سکیں۔

سوال نمبر (ا) ۱۰۔

پچھلے مہینے ہوئے ایک خصوصی مذاکرے میں آپ نے مورخ جادو ناتھ سرکار کے حوالے سے خدا بخش خانصاحب کے خواب کا ذکر کیا کہ سرور کائنات صل اللہ علیہ وسلم لائبریری میں تشریف فرما ہیں اور دو مخطوطات کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ خانصاحب نے ہدایت کی کہ وہ مخطوطات لائبریری سے باہر نہیں جائیں گے۔ وہ دو مخطوطات کون سے ہیں اور کیا ان کی نقل سے تشنگان سیراب ہو سکتے ہیں؟

جواب (ا) ۱۰:

خدا بخش لائبریری کی ذاتی ملکیت میں سے ایک مخطوطہ کتاب المشیخہ کے نام سے ہے جو دراصل اسماء الرجال پر مبنی ایک کتاب ہے جس کے مصنف ابن البخاری ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک رات خدا بخش خاں مرحوم نے خواب دیکھا کہ لائبریری کے سامنے بہت بھیڑ ہے اور لوگوں نے ان کو لائبریری سے باہر دیکھ کر کہا کہ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں جب کہ آپ کی لائبریری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ خدا بخش خاں نے رسول اللہ کو تو خواب میں نہیں دیکھا مگر ان کو ایک کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا۔ آنکھ کھلی تو پتا چلا کہ وہ تو محو خواب تھے۔ اگلی صبح جب خدا بخش خاں لائبریری تشریف لائے تو اسی کتاب المشیخہ کو ٹیبل پر کھلا ہوا پایا۔ پھر اپنی تحریر میں خدا بخش خاں نے اس نسخے پر لکھ دیا کہ یہ کتاب کبھی بھی لائبریری سے باہر نہیں ہونی چاہیے اور اس طرح یہ نسخہ ہمارے لیے بہت ہی نادر و نایاب اور احترام کی شے ہے جس کو ہم کبھی بھی لائبریری سے باہر نہیں جانے دیتے۔

سوال نمبر (ب) ۱۰:

اسی مذاکرے آپ نے فرمایا کہ چار مخطوطات نیشنل ٹریز رہیں۔ وہ مخطوطات کون سے ہیں؟

جواب (ب) ۱۰:

خدا بخش لائبریری میں جو چار مخطوطات قومی سرمایہ یا نیشنل ٹریزر کے بہ طور محفوظ ہیں ان میں تاریخ خاندان تیموریہ، دیوان حافظ، کتاب التصریف اور کتاب الحشائش ہیں۔ کتاب التصریف جراحی یا سرجری پر مبنی مخطوطہ ہے جس کا پوری دنیا میں یہ واحد نسخہ ہے، اس میں سرجری کے

خدا بخش لائبریری کا اختصاص یہ ہے کہ یہاں اردو زبان کے علاوہ عربی، فارسی، سنسکرت، ہندی، ترکی، پشتو، اودھی، برج وغیرہ زبانوں کے مخطوطات موجود ہیں جن کی کل تعداد 21,000 ہے اور کتابوں کی تعداد تین لاکھ سے زائد ہے۔

جن آلات کی تصویر اور تفصیل موجود ہے ان کے متعلق جدید طب یا میڈیسین کے ماہرین کا کہنا ہے کہ آج بھی سرجری میں ۵۷ فی صد آلات وہی ہیں جن کا ذکر اس کتاب میں موجود ہے۔

کتاب الحشائش نباتات اور حیوانیات سے متعلق وہ مخطوطہ ہے جو وحید نسخہ ہے اور اس کی دوسری کوئی کاپی پوری دنیا میں کہیں بھی دستیاب نہیں ہے، اس میں میڈیسنل پلانٹ وغیرہ کی جو تفصیل ہے وہ معرکے کی چیز ہے اور یہ جان کر آپ کے قارئین کو حیرانی ہوگی کہ یہ دونوں نسخے تقریباً ایک ہزار سال قبل کے ہیں۔

سوال نمبر (ت) ۱۰:

آپ سے قبل پروفیسر خواجہ اکرام نے اس بات پر زور دیا کہ کوشش یہ ہو کہ لوگ لائبریری آئیں بجائے اس کے کہ انھیں digitalised کتابیں فراہم کی جائیں۔ اگر آپ کو اتفاق ہے تو کس طرح آپ اس مشکل کام کو انجام دیں گے؟

جواب (ت) ۱۰:

لائبریری کے شائقین اچھی خاصی تعداد میں ہر دن آتے ہیں، مگر ہمارا منصوبہ اس تعداد میں مزید اضافہ کرنے کا ہے۔ ہم چند نئی چیزوں کو لائبریری میں شامل کرنا چاہتے ہیں، بچوں کے لیے لائبریری میں ایک خصوصی گوشہ بنانا، نوادرات کی الگ سے نمائش، مخطوطات کو بہ آسانی ڈیجیٹل شکل میں لوگوں کو مہیا کرانا، مخطوطات میں محفوظ پینٹنگ کو الگ سے فریم کی شکل میں دستیاب کرانا جیسے منصوبوں پر ہم لوگ کام کر رہے ہیں اور ان سب پر جلد عمل درآمد کرنا ہماری ترجیحات میں شامل ہے۔

آخری دو سوال:

اوّل: خدا بخش لائبریری کے تعلق سے کوئی ایسی بات جو آج بھی تذکرہ و تعارف کی محتاج ہے۔

جواب آخری سوال اوّل:

خدا بخش لائبریری علم کا خزانہ ہے، اس کے متعلق جتنی معلومات حاصل کر لیں، کم ہیں۔ ایسا اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہر دن کوئی نہ کوئی نئی بات خود میرے سامنے آتی رہتی ہے۔ مختلف علوم وفنون پر ایسی ایسی چیزیں یہاں موجود ہیں جن سے اہل علم ونظر بہ خوبی واقف ہیں مگر پھر بھی بہت سی ایسی جان کاریاں ہیں جن کو حاصل کرنے کے لیے اس لائبریری تک ضرور آنا چاہیے۔ کیوں کہ:

راہ مضمون تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے باب سخن

دوم:

آپ کے علمی سفر اور اس میں آئے پڑاؤ و کامیابیوں پر کچھ روشنی ڈالیں۔

جواب دوم:

میں اردو زبان و ادب کا ایک معمولی سا طالب علم ہوں جس نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر ارریہ میں حاصل کی، پھر آگے کی تعلیم کے لیے علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی اور جواہر لال نہرو یونی ورسٹی، نئی دہلی، کا رخ کیا۔ تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد ہی شعبۂ اردو، دہلی یونی ورسٹی سے وابستہ ہونے کا موقع ملا، وہاں تقریباً چار سال پڑھانے کے بعد کلکتہ یونی ورسٹی کے ایک کالج شِب پور دینو بندھو کالج (Shibpur Dinobundhoo College) سے بہت ہی مختصر سی مدت کے لیے وابستہ ہوا اور اس کے بعد گذشتہ سولہ برسوں سے یونی ورسٹی آف حیدرآباد کے شعبۂ اردو سے وابستہ ہوں۔ وہیں اسسٹنٹ پروفیسر سے اسوسی ایٹ پروفیسر اور پھر پروفیسر کی حیثیت سے وابستہ رہنے کا موقع ملا۔ ابھی ابھی ایک جون ۲۰۲۶ء کو حکومت ہند کی وزارت ثقافت نے خدا بخش لائبریری سے منسلک ہونے کا موقع دیا جس کے لیے میں حکومت ہند کا اور اردو آبادی کا بے حد ممنون ہوں۔ یہ سچ ہے کہ میں نے کچھ بھی بڑا کام نہیں کیا ہے، بس مجھے پڑھنے کا اور اپنے اطراف و اکناف کو جاننے اور سمجھنے کا شوق ہے اور اسی کی خاطر اب تک اردو زبان و ادب کے ایک طالب علم کی حیثیت سی سیاحی میں مشغول ہوں، خدائے بزرگ و برتر سے دست بہ دُعا رہتا ہوں کہ ربِّ زدنی علما، آمین ثم آمین۔

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ
عابد سے زاہد (جاری) تک

ڈاکٹرارتضیٰ کریم

1891اور1996 کے بعد دنیابدل چکی ہے اور اب کتابوں کی بجائے E-pub,E-book اور Digital Book کا زمانہ ہے۔ اس بدلتی ہوئی دنیا میں خدابخش خاں لائبریری کی اہمیت سوا ہوجاتی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ نئے زمانے کے نئے تقاضوں کو سامنے رکھ کر لائبریری کے فروغ اور اس کے ارتقا کی بابت غور کرتے ہوئے نئے اقدامات کئے جائیں تاکہ خدابخش خاں لائبریری جس طرح ماضی میں مقبول تھی ویسے ہی اس کا آئندہ اور مستقبل بھی تابناک ہو۔

خدابخش لائبریری نے 2026 میں اپنے ادبی، علمی اور ثقافتی سفر اور عمر کے 135 سال بہ طریقِ احسن پورے کرلئے۔ ادارہ نے اس طویل سفر میں کئی نشیب وفراز دیکھے مگر اس کی ترقی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔کتنا سچا شعر ہے:

کچھ اینٹیں وجود اپنا بنیاد میں کھوتی ہیں
تب جا کے کہیں کوئی دیوار ابھرتی ہے

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری جس کے بنیاد گزار یوں تو مولوی خدابخش خاں بہادر تھے مگر عابد رضا بیدار کی مدت کار سب سے زیادہ تقریباً پچیس برس رہی اور یہ عہد خدابخش لائبریری کا سب سے سنہرا دور کہا جاسکتا ہے۔ بہرحال خدابخش خاں نے 1891 میں اس لائبریری کو قائم کیا اور تقریباً 17 سال گویا 1908 تک اس کے سکریٹری رہے لیکن اصلاً یہ مدت کار 14 سال ہی کہی جاسکتی ہے کیوں کہ اس دوران (1895-1898) مولوی خدابخش خاں حیدرآباد میں تین سال تک مقیم رہے تو اس مدت میں ڈاکٹر سچیتا نند سنہا نے خدابخش لائبریری کی ذمہ داری نبھائی (ذہن نشین رہے کہ پٹنہ ہی میں ایک کتب خانہ سنہا لائبریری کے نام سے مشہور ہے۔) بعد ازاں مولوی خدابخش نے 1898 میں دوبارہ سکریٹری کا عہدہ سنبھال لیا اور 1908 تک خدابخش خاں کی سکریٹری کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ 1908 سے لے کر 1969 تک کئی سکریٹری آئے اور اپنی خدمات انجام دیتے رہے ان میں محی الدین خدابخش، ابوالحسن خاں، قائم حسن خاں، نواب زادہ سید محمد مہدی، سید احسن شیر، پروفیسر سید حسن، پروفیسر سید شاہ عطاء الرحمن عطا کاکوی، علی حیدر نیرّ، سید اقبال حسین وغیرہ کے نام لئے جاسکتے ہیں لیکن جب حکومت ہند نے 1969 میں ایک خصوصی قانون کے ذریعے خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری کو قومی اہمیت کے ادارے (Institution of National Importance) کا درجہ عطا کیا تو اس کے بعد وزارتِ ثقافت کے تحت اس کی ترقی، توسیع اور جدید سہولیات کا آغاز ہوا اور اس کے پہلے باضابطہ ڈائریکٹر نامور نقاد کلیم الدین احمد مقرر ہوئے جنھوں نے دوسال (1970-72) اس لائبریری کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیں۔اسی کے ساتھ خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری بورڈ کا قیام بھی عمل میں آیا اور اسی کے تحت آزادانہ طور پر اس لائبریری کو کام کرنے کی اجازت دی گئی۔اس لائبریری کے قیام کے پیچھے ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی نایاب اور کمیاب فارسی، عربی، اردو اور سنسکرت کے مخطوطات موجود ہوں ان کی فراہمی کی جائے۔اُن کی حفاظت کی جائے اور اُن کو شعر وادب سے نیز تحقیق اور تنقید سے دلچسپی رکھنے والے افراد کے لئے قابل مطالعہ بنایا جائے۔

یہ بھی بہت اہم بات کہ 1969 تک اس لائبریری میں سکریٹری کا عہدہ ہوا کرتا تھا لیکن 1969 کے بعد سکریٹری کے عہدے کو ڈائریکٹر کا نام دے دیا گیا اور باضابطہ حکومت ہند نے اس کے حوالے سے فیصلے بھی لینے شروع کر

دیئے۔اسی لئے خدا بخش خاں جو اس لائبریری کے بنیاد گزار بھی تھے انہیں اس لائبریری کا پہلا سکریٹری کہا جاسکتا ہے۔

خدا بخش خاں لائبریری کے ڈائریکٹر کے حوالے سے بے ترتیب معلومات ہی میسر ہیں۔ اگر چہ سرکاری دستاویز سے رجوع کیا جائے تو کوئی حتمی اسماء سامنے آسکتے ہیں لیکن بہر حال عابد رضا بیدار جو 1972 سے لے کر 1996 تک گویا کم و بیش 25 سال تک خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ کے ڈائریکٹر رہے۔ان کے بعد حبیب الرحمن چغانی 2001-1996 یعنی پانچ سال، پھر ڈاکٹر امتیاز احمد 14-2004 گویا دس سال، اس کے بعد یہ لائبریری 2014 سے 2019 تک عبوری انتظام کے تحت کام کرتی رہی۔ بڑی مشکلوں سے 2019 میں ڈاکٹر شائستہ بیدار کا تقرر بحیثیت ڈائریکٹر ہوا جس کی مدت مارچ 2024 یعنی پانچ سال میں مکمل ہوگئی اور اب تقریباً 26 مہینے بعد جون 2026 میں پروفیسر زاہد الحق نے باضابطہ طور پر خدا بخش خاں لائبریری کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کرنا شروع کردیا۔ اگر اس فہرست میں شامل ڈائریکٹرس کی مدت کار پر غور فرمائیں تو جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے کہ سب سے زیادہ مدت کار عابد رضا بیدار کے حصے میں آئی اور حقیقت بھی یہ ہے کہ لائبریری کے انتظامیہ کے حوالہ سے نہ صرف وہ ''عابد'' تھے بلکہ حد درجہ ''بیدار'' بھی۔ لائبریری کے معمولی سے معمولی معاملات کو بہت سنجیدگی اور باریکی سے دیکھتے اور پرکھتے تھے۔ اُن کے زمانے میں اس لائبریری کو وہ مقام ملا جسے ہم "اوجِ ثریا" کا نام دے سکتے ہیں۔ انھوں نے قومی سیمینار، سمپوزیم، توسیعی خطبات، نایاب کتابوں کی اشاعت، محققین کو اور ریسرچ اسکالرس کو ادبی پروجیکٹ کے لئے مالی امداد کی فراہمی اور اس کے لئے معقول وظیفے، اردو کے اسکالرس کے نجی کتب خانوں کا سروے اور ان کی خریداری، مہمان خانہ کا نظم وغیرہ، کئی ایسے منصوبے تھے جن کو انھوں نے عمل میں لایا اور یوں چار دانگ اس لائبریری کی شہرت میں اضافہ ہوتا گیا۔ ان کے بعد جو ڈائریکٹرس آئے اُن کی مدت کار کم رہی۔ البتہ ڈاکٹر امتیاز احمد نے دس سال تک ڈائریکٹر کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیں چونکہ ان کے بعد آنے والے ڈائریکٹرس کو کام کرنے کا موقع ہی کم ملا اس لئے اُن سے کسی طرح کی شکایت مناسب بھی نہیں ہے۔ اب جواں سال پروفیسر زاہد الحق نے جون 2026 میں ڈائریکٹر کا عہدہ سنبھالا ہے اور چونکہ وہ "زاہد" ہیں اس لئے توقع کی جاسکتی ہے بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ وہ "زاہدِ خشک" ثابت نہیں ہوں گے بلکہ خدا بخش خاں لائبریری اور اس سے تعلق رکھنے والے اربابِ فکر و نظر کو وہ "سیراب" کرسکیں گے۔ مجھے ان کی صلاحیتوں کا تھوڑا بہت علم ہے اور اس علم کی بنیاد پر ہی میرا خیال ہے کہ ان کی مدت کار بھی عابد رضا بیدار سے کم نہ ہوگی۔ انہیں کام کرنے کے اور لائبریری کی توسیع کرنے کے حوالے سے کافی مواقع ملیں گے اور وہ ان مواقع سے فائدہ بھی اٹھائیں گے۔ بہتر سے بہتر بطریق احسن ہماری توقعات پر کھرے اتریں گے۔

خدا بخش خاں لائبریری کی تاریخ اور اس کے شب و روز پر اب بہت زیادہ کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ اس لائبریری کے حوالے سے کئی کتابیں بھی منظر عام پر آچکی ہیں۔ یہ لائبریری بہار کے تاریخی شہر پٹنہ جسے کبھی عظیم آباد بھی کہا جاتا تھا، میں واقع ہے اور مشرقی علوم، اسلامی تہذیب، فارسی، عربی، اردو اور سنسکرت کے نادر اور کمیاب مخطوطات کا بہت بڑا خزانہ ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس نے اپنے قیام سے لے کر آج تک نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا کے محققین، مؤرخین اور اہل علم کو علمی سرمایہ فراہم کیا ہے۔ اس لائبریری کا افتتاح اس وقت کے گورنر سر چارلس ایلیٹ کے ہاتھوں 29 /اکتوبر 1891 کو عمل میں آیا۔ یہ محض ایک لائبریری نہیں ہے بلکہ علم و ادب کا ایک ایسا روشن دروازہ ہے جو تحقیق اور تنقید کے حوالے سے کام کرنے والوں کے لئے ہمیشہ کھلا ہے۔

آج دنیا کے مختلف اور متعدد ممالک کے محققین اس لائبریری سے استفادہ کرتے ہیں۔ استنبول اور قاہرہ، تہران، ایران، ہارورڈ، کیمبرج، آکسفورڈ جیسے عالمی شہرت کے جامعات کے محققین اور ریسرچ اسکالرس یہاں کے مخطوطات سے خوب فیض اٹھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا بخش خاں لائبریری کو مشرقی علوم کا بہت اہم مرکز تصور کیا جاتا ہے۔ 1891 اور 1996 کے بعد دنیا بدل چکی ہے اور اب کتابوں کی بجائے E-pub,E-book اور Digital Book کا زمانہ ہے۔ اس بدلتی ہوئی دنیا میں خدا بخش خاں لائبریری کی اہمیت سوا ہو جاتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نئے زمانے کے نئے تقاضوں کو سامنے رکھ کر لائبریری کے فروغ اور اس کے ارتقا کی بابت غور کرتے ہوئے نئے اقدامات کئے جائیں تا کہ خدا بخش خاں لائبریری جس طرح ماضی میں مقبول تھی ویسے ہی اس کا آئندہ اور مستقبل بھی تابناک ہو۔ کسی نے کہا ہے:

اُٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

خدا بخش لائبریری پر یادگاری ڈاک ٹکٹ
ایک اعتراف

مرزا محمد نواب

انڈیا پوسٹ نے ۲۱ نومبر ۱۹۹٤ کو خدا بخش اورینٹل لائبریری پر یادگاری ڈاک ٹکٹ، ظرف یوم الاول (First Day Cover) و بروشر (Brochure) جاری کیا تھا۔ ان کی اپنی اہمیت ہے کہ ان میں ایک نایاب مصوری نسخہ ہے اور دوسرا بابائے قوم مہاتما گاندھی کی ان کی اپنی لکھی تحریر خدا بخش لائبریری کے تعلق سے۔

چھ روپے مالیت کے اس یادگاری ڈاک ٹکٹ پر تاج محل کی ایک قدیم تصویر بنی ہے، جو خدا بخش لائبریری کے نادر مخطوطے" پادشاہ نامہ" کا ایک مصوری نسخہ ہے۔

ظرف یوم اوّل پر یادگاری ٹکٹ چسپاں ہے اور ڈاکخانے کی خاص مہر ہے مع تاریخ اجراء۔ ڈاک ٹکٹ اندوزی (Philately) میں ایسی خاص مہر کو cancellation کہتے ہیں۔

گاندھی جی نے ستمبر ۱۹۲۵ میں خدا بخش لائبریری کے دورے کے بعد لائبریری کے تعلق سے اپنے ہاتھ سے جو تحریر لکھی تھی اس کا عکس لفافے پر موجود ہے۔ اپنے تاثرات میں بابائے قوم نے ۲۹ ستمبر ۱۹۲۵ کو لکھا تھا کہ میں نے نو سال قبل اس خوبصورت لائبریری کے تعلق سے سنا تھا اور میں اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ یہاں آکر اور یہاں نایاب کتابوں کے ذخیرے کو دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ...... قرآن مجید کی تزئین اور شاہنامہ کو دیکھ میری آنکھوں کو روحانی ٹھنڈک ملی۔ اس لائبریری کو قائم کرنے والے عظیم شخص کو میرا عقیدت بھرا سلام جس نے ھندوستان کو ایسا نادر مجموعہ دیا۔

بروشر پر بھی یادگاری ٹکٹ چسپاں ہے مع ڈاکخانے کی خاص مہر و تاریخ اجراء کے، ہندی و انگریزی میں دیگر تفصیلات وٹکٹ کے تعلق سے Data Technical کے۔ ڈاک ٹکٹ اندوزی (Philately) میں ایسی خاص مہر کو cancellation کہتے ہیں اور یہ مہر صرف یادگاری ڈاک ٹکٹوں کے لئے بطور خاص بنائے جاتے ہیں۔ یادگاری ڈاک ٹکٹوں پر یہ کینسیلیشن مہر (Cancellation Stamp) ایک ایسی حفاظتی اور دستاویزی مہر ہے جو پوسٹ آفس کی طرف سے ٹکٹ پر لگائی جاتی ہے تاکہ اسے دوبارہ استعمال نہ کیا جا سکے۔ اس مہر میں عموماً یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری ہونے کی تاریخ اور شہر کا نام درج ہوتا ہے۔

ٹکٹ پر مہر لگا کر اسے غیر کارآمد بنا دیا جاتا ہے۔

جو لوگ ڈاک ٹکٹ جمع کرتے ہیں ان کے لیئے یوم اوّل لفافے و بروشر چسپاں ٹکٹ پر لگی مہر ٹکٹ کی اہمیت اور تاریخی حیثیت کو بڑھا دیتی ہے۔ کچھ سال پہلے ھندوستانی محکمہ ڈاک نے بروشر چھاپنا بند کر دیا۔

خدا بخش لائبریرے دراصل مولوی محمد بخش خان صاحب کی ایک نجی لائبریری کتب خانہ محمدیہ تھی۔ اس کتب خانہ کے ذخیرے میں ان صاحبزادے خان بہادر مولوی خدا بخش نے نایاب کتب ومخطوطات کا اضافہ کیا اور یہ کتب خانہ بعد میں خدا بخش اورینٹل لائبریری بنا۔

ڈاک ٹکٹ، بروشر اور یوم اوّل لفافہ
مرزا محمد نواب کی اسٹامپ البم سے

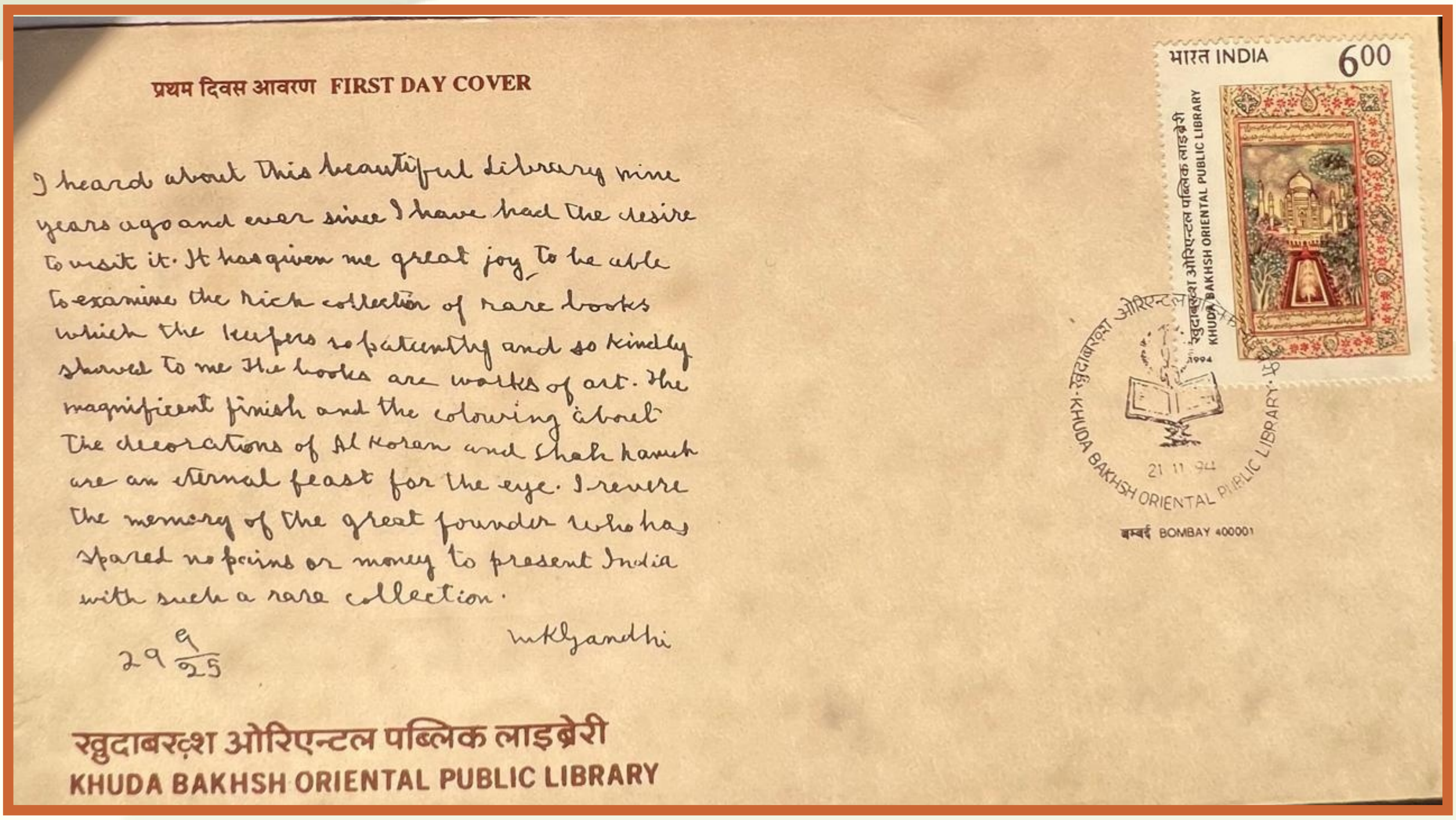

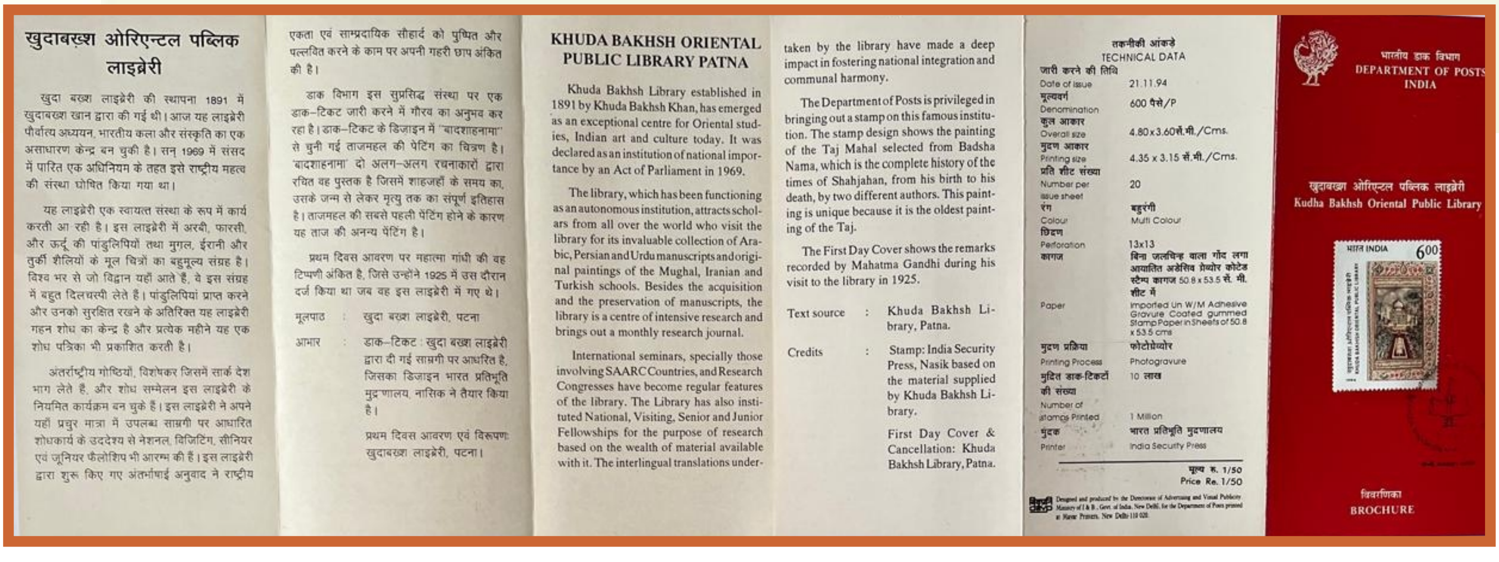

खुदाबख़्श ओरिएन्टल पब्लिक लाइब्रेरी

खुदा बख़्श लाइब्रेरी की स्थापना 1891 में खुदाबख़्श खान द्वारा की गई थी। आज यह लाइब्रेरी पौर्वात्य अध्ययन, भारतीय कला और संस्कृति का एक असाधारण केन्द्र बन चुकी है। सन् 1969 में संसद में पारित एक अधिनियम के तहत इसे राष्ट्रीय महत्व की संस्था घोषित किया गया था।

यह लाइब्रेरी एक स्वायत्त संस्था के रूप में कार्य करती आ रही है। इस लाइब्रेरी में अरबी, फारसी, और ऊर्दू की पांडुलिपियों तथा मुगल, ईरानी और तुर्की शैलियों के मूल चित्रों का बहुमूल्य संग्रह है। विश्व भर से जो विद्वान यहाँ आते हैं, वे इस संग्रह में बहुत दिलचस्पी लेते हैं। पांडुलिपियां प्राप्त करने और उनको सुरक्षित रखने के अतिरिक्त यह लाइब्रेरी गहन शोध का केन्द्र है और प्रत्येक महीने यह एक शोध पत्रिका भी प्रकाशित करती है।

अंतर्राष्ट्रीय गोष्ठियों, विशेषकर जिसमें सार्क देश भाग लेते हैं, और शोध सम्मेलन इस लाइब्रेरी के नियमित कार्यक्रम बन चुके हैं। इस लाइब्रेरी ने अपने यहाँ प्रचुर मात्रा में उपलब्ध साम्रगी पर आधारित शोधकार्य के उददेश्य से नेशनल, विजिटिंग, सीनियर एवं जूनियर फैलोशिप भी आरम्भ की हैं। इस लाइब्रेरी द्वारा शुरू किए गए अंतर्भाषाई अनुवाद ने राष्ट्रीय एकता एवं साम्प्रदायिक सौहार्द को पुष्पित और पल्लवित करने के काम पर अपनी गहरी छाप अंकित की है।

डाक विभाग इस सुप्रसिद्ध संस्था पर एक डाक–टिकट जारी करने में गौरव का अनुभव कर रहा है। डाक–टिकट के डिजाइन में "बादशाहनामा" से चुनी गई ताजमहल की पेटिंग का चित्रण है। 'बादशाहनामा' दो अलग–अलग रचनाकारों द्वारा रचित वह पुस्तक है जिसमें शाहजहाँ के समय का, उसके जन्म से लेकर मृत्यु तक का संपूर्ण इतिहास है। ताजमहल की सबसे पहली पेंटिंग होने के कारण यह ताज की अनन्य पेंटिंग है।

प्रथम दिवस आवरण पर महात्मा गांधी की वह टिप्पणी अंकित है, जिसे उन्होंने 1925 में उस दौरान दर्ज किया था जब वह इस लाइब्रेरी में गए थे।

मूलपाठ : खुदा बख़्श लाइब्रेरी, पटना

आभार : डाक–टिकट : खुदा बख़्श लाइब्रेरी द्वारा दी गई साम्रगी पर आधरित है, जिसका डिजाइन भारत प्रतिभूति मुद्रणालय, नासिक ने तैयार किया है।

प्रथम दिवस आवरण एवं विरूपण: खुदाबख़्श लाइब्रेरी, पटना।

KHUDA BAKHSH ORIENTAL PUBLIC LIBRARY PATNA

Khuda Bakhsh Library established in 1891 by Khuda Bakhsh Khan, has emerged as an exceptional centre for Oriental studies, Indian art and culture today. It was declared as an institution of national importance by an Act of Parliament in 1969.

The library, which has been functioning as an autonomous institution, attracts scholars from all over the world who visit the library for its invaluable collection of Arabic, Persian and Urdu manuscripts and original paintings of the Mughal, Iranian and Turkish schools. Besides the acquisition and the preservation of manuscripts, the library is a centre of intensive research and brings out a monthly research journal.

International seminars, specially those involving SAARC Countries, and Research Congresses have become regular features of the library. The Library has also instituted National, Visiting, Senior and Junior Fellowships for the purpose of research based on the wealth of material available with it. The interlingual translations undertaken by the library have made a deep impact in fostering national integration and communal harmony.

The Department of Posts is privileged in bringing out a stamp on this famous institution. The stamp design shows the painting of the Taj Mahal selected from Badsha Nama, which is the complete history of the times of Shahjahan, from his birth to his death, by two different authors. This painting is unique because it is the oldest painting of the Taj.

The First Day Cover shows the remarks recorded by Mahatma Gandhi during his visit to the library in 1925.

Text source : Khuda Bakhsh Library, Patna.

Credits : Stamp: India Security Press, Nasik based on the material supplied by Khuda Bakhsh Library.

First Day Cover & Cancellation: Khuda Bakhsh Library, Patna.

तकनीकी आंकड़े
TECHNICAL DATA

जारी करने की तिथि Date of issue	21.11.94
मूल्यवर्ग Denomination	600 पैसे/P
कुल आकार Overall size	4.80x3.60सें.मी./Cms.
मुदण आकार Printing size	4.35 x 3.15 सें.मी./Cms.
प्रति शीट संख्या Number per issue sheet	20
रंग Colour	बहुरंगी Multi Colour
छिद्रण Perforation	13x13
कागज Paper	बिना जलचिन्ह वाला गोंद लगा आयातित अडेसिव ग्रेव्योर कोटेड स्टैम्प कागज 50.8 x 53.5 सें. मी. शीट में Imported Un W/M Adhesive Gravure Coated gummed Stamp Paper in Sheets of 50.8 x 53.5 cms
मुद्रण प्रक्रिया Printing Process	फोटोग्रेव्योर Photogravure
मुद्रित डाक-टिकटों की संख्या Number of stamps Printed	10 लाख 1 Million
मुद्रक Printer	भारत प्रतिभूति मुद्रणालय India Security Press

मूल्य रु. 1/50
Price Re. 1/50

Designed and produced by the Directorate of Advertising and Visual Publicity, Ministry of I & B., Govt. of India, New Delhi, for the Department of Posts printed at Navar Printers, New Delhi-110 028.

भारतीय डाक विभाग
DEPARTMENT OF POSTS INDIA

खुदाबख़्श ओरिएन्टल पब्लिक लाइब्रेरी
Kudha Bakhsh Oriental Public Library

भारत INDIA 6.00

विवरणिका
BROCHURE

ڈاکٹر عابد رضا بیدار

خدا بخش لائبریری کے سابق سربراہ

حیات اور خدمات

مہتاب قدر

ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری کے علمی ارتقا میں بنیادی کردار ادا کیا۔
ان کی قیادت میں لائبریری ایک ذخیرۂ کتب سے بڑھ کر تحقیقی مرکز بن گئی۔
انہوں نے عربی، فارسی اور اردو مخطوطات کی فہرست سازی، نادر متون کی تدوین اور تحقیقی اشاعتوں کو فروغ دیا۔

برصغیر کی علمی و ادبی تاریخ میں بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی خدمات ایک سے زیادہ میدانوں تک پھیلی ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار بھی ایسی ہی ہمہ جہت شخصیت تھے۔ اردو ادب، اسلامیات، تاریخ، مخطوطات، کتب خانہ داری اور بین المذاہب ہم آہنگی کے میدانوں میں ان کی خدمات نمایاں ہیں۔

عابد رضا بیدار ایک ممتاز اردو محقق، ادیب، کتب شناس اور ماہرِ کتب خانہ تھے۔ ان کی زندگی کا اہم ترین باب خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ سے وابستہ ہے، جہاں انہوں نے طویل عرصے تک قیادت کرتے ہوئے اسے تحقیق، تدوین اور مخطوطات کے تحفظ کا فعال مرکز بنایا۔

عابد رضا بیدار رام پور، اتر پردیش کے علمی ماحول میں پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخِ پیدائش کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے؛ بعض ذرائع 4 فروری 1934ء اور بعض 4 فروری 1936ء درج کرتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم رام پور میں حاصل کرنے کے بعد انہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اردو، اسلامیات اور لائبریری سائنس میں ان کی تعلیم نے ان کے علمی سفر کو منفرد سمت دی۔

1963ء میں انہوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کا تحقیقی موضوع مصر کی قومی تحریک سے متعلق تھا، جس سے ان کی تاریخ اور عالمی اسلامی مسائل میں دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ محض کتابی محقق نہیں تھے بلکہ زبانوں، تہذیبوں اور مخطوطاتی روایت کے باہمی رشتوں کو بھی سمجھتے تھے۔

انہوں نے پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز رام پور کی رضا لائبریری سے کیا، جہاں کتب اور مخطوطات کی فہرست سازی اور تنظیم کا تجربہ حاصل کیا۔ بعد میں تدریس اور تحقیق کے مختلف میدانوں میں بھی خدمات انجام دیں۔

1972ء میں انہوں نے خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ کی سربراہی سنبھالی اور کئی دہائیوں تک اس کے علمی ارتقا میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ان کی قیادت میں لائبریری ایک ذخیرۂ کتب سے بڑھ کر تحقیقی مرکز بن گئی۔ انہوں نے عربی، فارسی اور اردو

مخطوطات کی فہرست سازی، نادر متون کی تدوین اور تحقیقی اشاعتوں کو فروغ دیا۔

عابد رضا بیدار کی نمایاں پہچان ان کی کتب شناسی اور مخطوطات سے وابستگی تھی۔ ان کا یقین تھا کہ کتب خانے صرف کتابوں کے ذخیرے نہیں بلکہ علمی تحقیق کے مراکز ہیں۔ اسی سوچ کے تحت انہوں نے نادر متون کو محققین کے لیے قابلِ استفادہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس کے علاوہ ان کی علمی دلچسپی اردو ادب، غالبیات، اسلامی تاریخ، تعلیمی مسائل، تہذیب اور ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان کی تحریروں میں تحقیق، تجزیہ اور تاریخی شعور نمایاں تھا۔ ریختہ کے مطابق انہوں نے متعدد کتابیں تصنیف اور مرتب کیں۔

غالب شناسی

غالب شناسی ان کی علمی شخصیت کا اہم حصہ تھی۔ غالب کی عظمت اور غالبیاتِ نو جیسی کتابوں میں انہوں نے غالب کے فن، فکر اور ادبی مقام پر گفتگو کی۔ ان کا مطالعہ غالب کے عہد اور فکری پس منظر تک پھیلا ہوا تھا۔

انہیں صحافت اور ادبی جرائد سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ ان کے نزدیک صحافت محض خبر نہیں بلکہ علمی مکالمے اور فکری بیداری کا ذریعہ تھی۔

ان کی خدمات کا بڑا حصہ تدوین سے متعلق ہے۔ انہوں نے نادر اور قدیم متون کی ترتیب، اشاعت اور علمی مواد کی تنظیم میں نمایاں کردار ادا کیا۔ دستیاب معلومات کے مطابق انہوں نے تقریباً چالیس کتابیں تصنیف کیں اور متعدد کتب کی تدوین کی۔

بین المذاہب ہم آہنگی اور قومی یکجہتی

ان کے فکری نظام میں بین المذاہب ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کو اہم مقام حاصل تھا۔ وہ اختلاف کے باوجود مکالمے اور باہمی احترام کو ضروری سمجھتے تھے۔ ان کی تحریروں میں ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کا شعور نمایاں ہے۔

عابد رضا بیدار علم، تحقیق، ادب اور ادارہ سازی کے حسین امتزاج کا نام تھے۔ وہ کتاب کو تہذیب کی حافظ اور فکری تعمیر کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ ان کی سب سے بڑی میراث یہ ہے کہ انہوں نے کتابوں اور مخطوطات کے تحفظ کو ایک فعال علمی تحریک سے جوڑا۔

وفات

ڈاکٹر عابد رضا بیدار کا انتقال 28 مارچ 2025ء کو علی گڑھ میں ہوا۔ ان کی وفات اردو تحقیق، کتب شناسی اور مخطوطات کے تحفظ کے لیے بڑا نقصان تھی۔

عابد رضا بیدار کی زندگی برصغیر کی علمی روایت کا اہم باب ہے۔ انہوں نے تصنیف، تدوین، تحقیق، صحافت اور ادارہ سازی کے ذریعے اردو ادب اور علمی دنیا میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ ان کا ورثہ اردو دنیا، کتب خانوں اور ہندوستان کی تہذیبی روایت کے لیے قیمتی سرمایہ ہے۔

خدا بخش لائبریری

تہذیبی اقدار کا مظہر و تہذیبی شناخت کا ایک حوالہ

حقانی القاسمی

اس لائبریری نے اب تک جو کتابیں شائع کی ہیں، موضوعی اعتبار سے ان میں جدت اور ندرت ہے۔ خاص طور پر قدیم تذکرے اور ان کی تلخیصات کی اشاعت نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ ان تذکروں سے ادب کی ایک مبسوط تاریخ کی ترتیب و تدوین میں مدد ملتی ہے اور مختلف عہد کے تخلیقی مزاج و منہاج کا پتہ چلتا ہے۔ ۔۔۔ خدا بخش لائبریری جیسے بڑے اداروں کو اب اپنی تحقیق کا منہج بدلنا چاہئے اور (Jacques Paul) کی طرح (Migne Graeca) اور (Migne Latina) جیسی 379 جلدوں پر محیط انسائیکلو پیڈیا ترتیب دینی چاہئے جو جامع الفنون ہو۔

کتاب کلچر کے زوال کے اس صنعتی عہد میں کتب خانہ اور خاص طور پر خدا بخش لائبریری کا ذکر اس لئے بھی ضروری ہے کہ انہی کتب خانوں نے مطالعہ کے ذوق جذبہ اور جنون کو زندہ رکھا ہے۔ ورنہ کتاب اور قاری کے درمیان فاصلہ نہ صرف بڑھ رہا ہے بلکہ اس ڈجیٹل ایج (Digital Age) میں کتابوں کی معنویت مجروح ہوتی جارہی ہے۔ انٹرنیٹ، ای میڈیا اور ای بکس کی وجہ سے مطبوعہ مواد سے آنکھوں کا رشتہ کم ہوتا جارہا ہے، جو کہ مہذب دنیا کے لئے نہایت تشویش ناک اور خطرے کی بات ہے۔ اس کی وجہ سے ذہن کی سطح پر زوال کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں اور ذہنی ارتقاء کی راہیں مسدود ہوتی جارہی ہیں، جبکہ کتابوں کے مطالعہ سے نہ صرف نفسیاتی طور پر انسان صحت مند رہتا ہے بلکہ جسمانی طور پر بھی اس کے فوائد کسی سے مخفی نہیں۔ مطالعہ کے ذوق کا انحطاط گمبھیر صورتحال کو جنم دے سکتا ہے۔ اس زوال کے عروج کو روکنے کے لئے لفظوں سے اپنا رشتہ جوڑنا ہی پڑے گا کہ یہی الفاظ ذہن اور ضمیر کو روشنی عطا کرتے ہیں اور لفظوں سے ہی افکار کی نئی دنیا روشن ہوتی ہے اور ذہنی آفاق کو نئی وسعتیں ملتی ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ الفاظ ہی زندہ رہیں گے اور ان کی زندگی کا بڑا ذریعہ ہمارے کتب خانے ہیں۔

خدا بخش لائبریری کی تاسیس میں بھی شائد یہی جذبہ موجزن تھا اور اسی جذبہ کی روشنی نے اسے شہرت، عزت اور آفاقیت عطا کی ہے۔ یہ صرف نادر و نایاب مخطوطات ومطبوعات کا مرکز نہیں بلکہ ہماری تہذیبی اقدار کا مظہر بھی ہے اور تہذیبی شناخت کا ایک اہم حوالہ بھی۔ اس کا شمار صرف ہندوستان کی بڑی لائبریریوں میں نہیں ہوتا بلکہ عالمی سطح پر اسے کچھ امتیازات بھی حاصل ہیں۔ یہی وہ کتب خانہ ہے جہاں تاریخ خاندان تیموریہ کا نادر و نایاب نسخہ ہے جو دنیا کی کسی اور لائبریری یا میوزیم میں نہیں ہے اور یہیں 1611 میں لکھا گیا جہانگیر نامہ ہے جس پر اورنگزیب کے صاحب زادہ کے دستخط ان کی شاہی مہر کے ساتھ ثبت ہیں۔ دیوان ہمایوں کا واحد نسخہ صرف اسی کتب خانہ کی رونق ہے۔

ان کے علاوہ دیوان حافظ کا وہ نسخہ بھی ہے جس کے حاشیہ پر شہنشاہ ہمایوں کی ایک تحریر ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایران میں قیام کے دوران اسی دیوان سے ہمایوں فال نکالا کرتے تھے۔ "پادشاہ نامہ" کا ایک نسخہ بھی ہے جس پر کنگ جارج پنجم کے دستخط ہیں۔ عہد عباسی کے مشہور خطاط یاقوت مستعصمی کی خطاطی سے مزین قرآن کریم کا نسخہ ہے۔ جس پر 667 ہجری مرقوم ہے۔ ہرن کی کھال پر خط کوفی میں تین آیتیں ہیں جو شاید دور صحابہ کی ہیں۔ مصحفی کے آٹھوں دواوین کے واحد نسخے کے علاوہ بعض ممتاز افراد کی اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں بھی اس لائبریری کی ثروت میں اضافہ

کرتی ہیں۔
داراشکوہ کی تصنیف "سفینۃ الاولیاء" اور جامی کی "سلسلۃ الذہب" بخط مصنف اس لائبریری میں موجود ہیں۔ نادر ونایاب مخطوطات کے اس ذخیرہ میں بہت سی ایسی بیش قیمت کتابیں ہیں جن سے علوم وفنون کی نئی تحقیق میں مدد مل سکتی ہے اور نئے نظریے سامنے آسکتے ہیں۔ ایسی کتابوں میں الزہراوی کی کتاب "التصریف" جو کہ جراحت پر ایک مستند کتاب ہے اور "کتاب الحشیش" قابل ذکر ہیں۔ عالمی سطح پر خدابخش لائبریری کی عظمت اور معنویت مسلم ہے۔ دنیا کی عظیم ترین لائبریروں میں نیویارک پبلک لائبریری، سینٹ پیٹرز برگ کی رشین نیشنل لائبریری، لندن کی برٹش لائبریری، پیرس کی Bibliotheque National de France، میڈرڈ میں نیشنل لائبریری آف اسپین، واشنگٹن میں لائبریری آف کانگریس اور دیگر لائبریریاں ہیں جن میں ہمارے تاریخی و ادبی ثقافتی آثار محفوظ ہیں۔ گو کہ دنیا کا ایک بڑا علمی ذخیرہ نذر آتش یا غرق آب کر دیا گیا پھر بھی کتابوں کی ایک بڑی کائنات ہے۔ بغداد، غرناطہ، قسطنطنیہ اور اسکندریہ میں بڑے بڑے کتب خانے رہے ہیں۔ خدابخش لائبریری پٹنہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جہاں نادر اور نایاب کتابوں کا اتنا عمدہ اور قیمتی ذخیرہ ہے کہ جو بھی اس لائبریری کی زیارت کے لیے آتا ہے، پرانی کتابوں میں بسی ہوئی خوشبو اسے اس قدر متاثر کرتی ہے کہ وہ مسحور ومدہوش ہوجاتا ہے۔ علوم و معارف کے اتنے اہم ذخیرے کو دیکھ کر لارڈلٹن، لارڈارون، لارڈمنٹو، لارڈریڈنگ، سی وی رمن، جی سی بوس جیسی اہم شخصیتوں کا حیرت زدہ ہونا حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس لائبریری میں اتنا قیمتی ذخیرہ ہے کہ برٹش میوزیم نے اس کے عوض غیر معمولی رقم کی پیشکش کی مگر خدا بخش کے جذبے نے اس پیشکش کو یکسر مسترد کر دیا۔ انہوں نے صاف کہا کہ "مجھ غریب آدمی کو یہ شاہی پیشکش منظور نہیں۔" یہ لائبریری اتنی اہم ہے کہ ایڈنبرگ کے ممتاز مستشرق V.C.Scott O'Connor نے خدا بخش لائبریری کو دنیا میں مسلم لٹریچر کا سب سے عمدہ ذخیرہ قرار دیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"The Patna Oriental Public Library is one of the finest collections on Muslim literature in the world".

1925 میں مہاتما گاندھی نے اس لائبریری کو دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا تھا اور جواہرلال نہرو نے 1953 میں جب اس لائبریری کا دورہ کیا تو انہیں خوشگوار حیرت ہوئی۔ اسی طرح Lord Mountbatten جو پہلے گورنر جنرل تھے انہوں نے لائبریری کو دیکھ کر نہایت ہی معنی خیز جملہ کہا تھا۔

"A unique collection of which this great country may justly be proud".

ٹیگور نے 2دسمبر 1913 کو یہ لکھا کہ "میں نے خدابخش لائبریری میں روشنی کے سمندر میں کھلے کنول میں چھپے شہد کا ذائقہ محسوس کیا۔"

اس طرح یہ لائبریری نہ صرف اپنی عظمت کے اعتبار سے منفرد ہے اور یہاں نایاب کتابوں کا عمدہ ذخیرہ ہی نہیں بلکہ مغل، راجپوت، ترکی اور ایرانی مصوری کے نایاب نمونے بھی ہیں۔ ایسی پینٹنگس اور منی ایچرس (miniatures) ہیں جو ہندو دیوتاؤں کے ہیں اور وہ صرف اسی لائبریری میں ہیں۔ نایاب کتاب تاریخ خاندان تیموریہ میں 133اوریجنل تصویریں ہیں جو ایرانی فنکار عبدالصمد کے شاگردوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ پادشاہ نامہ میں 12 تصویریں ہیں۔ اس کتب خانے میں قدیم مصوری اور خطاطی کے نمونے یقینی طور پر اس عہد کے اسلوب اور طرز حیات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ صرف نمونے ہی نہیں بلکہ اس عہد کے طرز احساس کے عکاس بھی ہیں۔

خدابخش لائبریری میں عربی، فارسی، اردو، ترکی، پشتو، سنسکرت اور ہندی میں تقریباً 125,21 مخطوطے ہیں جب کہ مطبوعہ کتابوں کی تعداد تقریباً 00,250 ہوگی جو عربی، فارسی، اردو، ہندی، پنجابی، انگلش، فرانسیسی، جرمن، روسی اور جاپانی زبانوں میں ہیں۔ آج اس کتب خانے کا شمار ہندوستان کی اہم لائبریریوں میں ہوتا ہے جب کہ آغاز میں صرف 1400 مخطوطات تھے، جو خدا بخش کے والد مولوی محمد بخش نے بڑی محنت سے جمع کی تھیں۔

خدابخش لائبریری دراصل خدابخش خاں کے جذبے اور جنون کا مظہر ہے جنہوں نے اپنے والد کی وصیت کے مطابق ذخیرہ کتب میں توسیع کے لیے مقدور بھر کوشش کی اور ان کی کوشش رنگ لائی۔ انہوں نے کتابوں کو جمع کرنے کے لیے اپنا سارا سرمایہ خرچ کیا اور اس کے لیے باضابطہ ایک شخص کو مامور کیا جس نے مصر، شام، دمشق، بیروت، ایران اور عرب سے قیمتی مخطوطے حاصل کیے۔ اس شخص کا نام محمد مکی تھا۔ خدابخش خاں نے اپنے والد کے خواب میں رنگ بھرنے کے لیے کسی قسم کی دشواریوں کی پرواہ نہیں کی۔ عزم محکم، یقیں پیہم اور وسیع تر وژن (vision) نے ان کی مشکل

راہوں کو آسان کر دیا۔ خدابخش خان نے اپنا سارا کچھ کتابوں پر خرچ کیا۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے علاج کے لیے قرض لینا پڑا اور حکومت بنگال نے قرض کی ادائیگی کے لیے 8000 کی خطیر رقم عطا کی۔ ان کے والد کے خوابوں کا تاج محل خدابخش لائبریری کی شکل میں مرجع خلائق ہے۔ جس کی بنیاد خدابخش کے والد نے کتب خانہ محمدیہ کے نام سے ڈالی تھی۔ 1888 میں خدابخش خاں نے لائبریری کے لیے دومنزلہ عمارت بنوائی جس پر 80,000 کی لاگت آئی۔

اس لائبریری کا باضابطہ آغاز 29 اکتوبر 1891 میں سر چارلس ایلیٹ (Sir Charles Elliot) گورنر آف بنگال نے کیا۔ لائبریری کا نام لائبریری کے ٹرسٹی حکومت بنگال کے ٹرسٹ ڈیڈ (Trust Deed) کے مطابق بانکی پور اورینٹل لائبریری رکھا گیا۔ 26 دسمبر 1969 میں حکومت ہند نے ایکٹ آف پارلیمنٹ کے تحت اسے قومی اہمیت کا ادارہ تسلیم کیا اور اس کے انتظام وانصرام اور ترقی وتوسیع کے لیے فنڈ فراہمی کی ذمہ داری بھی لی۔

خدابخش لائبریری اب تحقیقی ادارے میں تبدیل ہو چکا ہے جہاں مختلف موضوعات پر تحقیق کا سلسلہ جاری ہے۔ لائبریری کی فہرست بھی تیار کی جاتی رہی ہے۔ فہرست سازی کا کام 1904 میں گورنر لارڈ کرزن کے ایما پر مشہور دانشور سر ڈینسن راس (Edward Dennison Ross) کی زیر نگرانی شروع ہوا اور کیٹلاگ اور اشاریے کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ ڈاکٹر عظیم الدین احمد نے 34 جلدوں میں Catalogue of Arabic and Persian Manuscripts in the Oriental Public Library کے نام سے مرتب کی۔ اس کے علاوہ مفتاح الکنوز کے نام سے 3 جلدوں میں عبدالحمید ایڈورڈ ڈینی سن راس نے فہرست تیار کی۔ جس کی تیسری جلد سید اطہر شیر کی مرتب کردہ ہے۔ عابد امام زیدی نے بھی خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری کی فہرست مخطوطات اردو مرتب کی۔ زیڈ اے ڈیسائی نے یہاں کے عربی اور فارسی مخطوطات کی فہرست تیار کی اور ایم ذاکر حسین نے تین جلدوں میں وضاحتی فہرست ترتیب دی۔ اس طرح خدابخش لائبریری کے مخطوطات اور مطبوعات کی وضاحتی فہرست نہ صرف اسکالرز اور محققین کے لیے مشعل راہ ہے بلکہ اس کے ذریعے کسی بھی موضوع کی نئی جہتوں کی جستجو میں بھی مدد ملتی ہے۔

خدابخش لائبریری کا ایک تحقیقی جرنل "خدابخش جرنل" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ یہ مجلہ کثیر لسانی ہے۔ مشرقی اسلامی مطالعات اور تاریخ وتہذیب پر مرکوز اس جرنل میں نہایت وقیع، جعالمانہ اور دانشورانہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ یہ جرنل 1977 سے شائع ہو رہا ہے۔ جرنل کے علاوہ مخطوطات کی تدوین، ترتیب اور اشاعت کا بھی اہتمام خدابخش لائبریری نے کیا ہے۔ اس لائبریری نے اب تک جو کتابیں شائع کی ہیں، موضوعی اعتبار سے ان میں جدت اور ندرت ہے۔ خاص طور پر قدیم تذکرے اور ان کی تلخیصات کی اشاعت نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ ان تذکروں سے ادب کی ایک مبسوط تاریخ کی ترتیب وتدوین میں مدد ملتی ہے اور مختلف عہد کے تخلیقی مزاج و منہاج کا پتہ چلتا ہے۔ علمی ادبی تحقیق کو بھی ان کتابوں سے بہت سی جہتیں ملی ہیں اور تحقیق کی نئی راہیں بھی کھلی ہیں۔ مختلف موضوعات اور اصناف پر محیط کتابوں میں ہندوستانی تاریخ اور تہذیب سے متعلق کتابیں بھی شامل ہیں۔ یہ ہندوستانی تاریخ اور تہذیب کی نئی سمتوں کا تعین کرتی ہیں اور تاریخ وتہذیب کی نئی تفہیم اور تعبیر کی صورتیں بھی پیدا کرتی ہیں۔ یہ موضوعات فی نفسہ بھی اہم ہیں اور کچھ محققین کے ذہن رسا نے بھی ان موضوعات کو معنویت عطا کی ہے۔ ہندوستان کی مشترکہ تہذیب اور تاریخ کے حوالے سے بھی کچھ کتابیں خدابخش لائبریری نے شائع کی ہیں جو دو قوموں کے درمیان در آئی غلط فہمیوں کا ازالہ کرتی ہیں اور مسخ شدہ حقائق کو نئی صورتوں میں پیش کرتی ہیں۔ تعصب زدہ تاریخ نے جس نظریاتی شدت اور فکری فسطائیت کو جنم دیا ہے، اس تاریخ کی تنسیخ کا عمل بھی ضروری ہے ورنہ جھوٹ کو سچ میں تبدیل ہوتے زیادہ دیر نہیں لگتی اور پھر اس سچ کو جھوٹ ثابت کرنے میں صدیاں لگ جاتی ہیں۔ 1857 کی مثال سامنے ہے جہاں ایک سچ صدیوں سے کراہ رہا ہے مگر وہ ایک ایسے خزینے میں مدفون ہے جو شاید سرکاری تحویل میں ہے وہ اگر سامنے آجائے تو تاریخی منطق تبدیل بھی ہو سکتی ہے اور تحریک آزادی کے تعلق سے ایک بالکل چونکانے والا نظریہ بھی سامنے آسکتا ہے۔ مگر کچھ مخصوص ذہن وفکر کے لوگ صحیح حقائق کو منظر عام پر لانے کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں کہ اس کی وجہ سے ان کی فکری اور نظری منطق کا مغالطہ لوگوں پر آشکار ہو جائے گا۔ علمی سطح پر یہ جو روش کچھ مخصوص ذہن وفکر رکھنے والوں کی وجہ سے پنپ رہی ہے اس کی بیخ کنی نہایت ضروری ہے۔ خدابخش لائبریری کے توسیعی خطبات اور ادبی علمی تقریبات کا موضوع بھی یہی مسائل ومباحث ہوتے ہیں جو یقیناً ملک اور سماج کو ایک نئی مثبت

اورصحت مند فکر، احساس یا نئے جذبے سے روشناس کراتے ہیں۔

خدابخش لائبریری صرف ہندوستانیوں کے لیے اہم مرکز نہیں ہے بلکہ غیر ملکی محققین بھی اس کتب خانے سے استفادہ کرتے ہیں۔ تحقیق کے سفر میں خدابخش لائبریری کی کتابیں نہ صرف ان کی معاون ومددگار ہوتی ہیں بلکہ ذہن کو نئی جہتوں اور زاویوں سے روشناس بھی کرتی ہیں۔

خدابخش لائبریری میں عربی، فارسی تحقیقات کا سلسلہ بھی جاری ہے اوراس کے تحت فیلوشپ بھی دی جاتی ہے، اسلامی اور مشرقی مطالعات اور تاریخی تناظرات سے متعلق تحقیق کا جو جذبہ ہے وہ یقیناً قابل رشک ہے مگر خدابخش لائبریری جیسے بڑے اداروں کو اب اپنی تحقیق کا منہج بدلنا چاہئے اور Jacques Paul کی طرح Migne Graeca اور Migne Latina جیسی 379 جلدوں پر محیط انسائیکلو پیڈیا ترتیب دینی چاہئے جو جامع الفنون ہو۔

خدابخش لائبریری کی یہ خوش بختی رہی ہے کہ اس کے سلسلۂ ملازمت سے وابستہ بہت سی مشہور شخصیات رہی ہیں۔ مولانا مسعود عالم ندوی جیسی شخصیت بھی اس لائبریری سے وابستہ رہی ہے جن کے علمی تبحر کا اعتراف زمانہ کرتا ہے۔ ایک نابغہ روزگار شخصیت جنہیں عربی زبان پر گہرا عبور تھا اور جن کی تصنیفات محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، مولانا عبیداللہ سندھی کے افکاروخیالات پر ایک نظر، اشتراکیت اوراسلام حوالہ جاتی حیثیت رکھتی ہیں۔ عربی زبان کے محقق مولانا مسعود عالم ندوی اوگانوی 1937 میں خدابخش لائبریری سے وابستہ ہوئے، کیٹلاگس کی ترتیب میں تحقیق کی عمدہ مثال قائم کی۔ اسی طرح اس لائبریری سے پروفیسر عبدالرشید جیسی شخصیت کی وابستگی ریفرینس اسسٹنٹ کی حیثیت سے رہی ہے جو عربی زبان کے محقق اور پٹنہ یونیورسٹی کے صدر شعبہ عربی کے حیثیت سے معروف وممتاز ہیں۔ دیوبند کے فیض یافتہ پروفیسر عبدالرشید نے "طبقات الشافعیہ" کی تدوین کی۔ ملک کے موقر مجلّات میں ان کے شائع شدہ مقالات ان کی مطالعاتی وسعت اور لسانی قدرت کا ثبوت ہیں۔

اس لائبریری کو ہمیشہ بے لوث اور مخلص ڈائریکٹر ملے ہیں۔ اس لائبریری کے ڈائرکٹر عابد رضا بیدار جیسے دانشور رہے ہیں جن کا زمانہ خدابخش لائبریری کا عہد زریں ہے۔ ان کے پاس ایک وژن تھا اور منفرد سوچ تھی اوران کا طریقہ کار سب سے الگ تھا۔ ان کے دور میں لائبریری کی شہرت وعظمت میں غیر معمولی اضافہ بھی ہوا اور لائبریری عام توجہ کا مرکز بھی بنی۔ لائبریری کی تحقیقی سرگرمیوں میں نئی جان آئی اور سچ پچ قومی اور عالمی سطح پر خدابخش لائبریری کو جو شناخت میسر ہے، وہ عابد رضا بیدار کی پیہم جدوجہد اور کوششوں کا ثمرہ ہے۔ گوکہ وہ بعض افراد کی شرپسندی کا شکار بھی ہوئے اور انہیں دائرہ اسلام سے خارج بھی کیا گیا اور یہ معاملہ اخبارات میں اچھالا گیا۔ شاید مئی 1992 میں ایس ایم محسن کی کتاب کی تقریب میں انہوں نے کفر کی نئی تشریح پر زور دیا تھا اور ہندوؤں کو زمرۂ کفار سے نکالنے کی درخواست کی تھی۔ اسی عالمانہ سوال پر انہیں کافر قرار دے دیا گیا۔ بہرحال عابد رضا بیدار کی علمی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ وہ ایک بلند پایہ دانشور، محقق ہیں۔ وہ ایک بلند پایہ دانشور، محقق ہیں اوران کی خدمات کا اعتراف زمانہ کرے گا۔

ان کے علاوہ خدابخش لائبریری پٹنہ کے ڈائرکٹر میں حبیب الرحمن چغانی اور ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری جیسی شخصیتیں بھی رہیں ہیں جو علمی دنیا میں تعارف کی محتاج نہیں۔ خدابخش لائبریری کے ایک اور سابق ڈائریکٹر ڈاکٹر امتیاز احمد تاریخ میں استناد کا درجہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے عبدالرحیم خانخاناں پرنہایت وقیع کام کیا ہے۔ پٹنہ یونیورسٹی سے تاریخ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے والے ڈاکٹر امتیاز احمد نے متنازعہ فلم "جودھا اکبر" کے بارے میں بھی اپنی تاریخی بصیرت اور علمیت کا ثبوت دیا اور ان کے حوالے سے انگریزی اخبارات میں جودھا اکبر کے بارے میں بہت ساری تفصیلات سامنے آئیں۔ انہوں نے کہا کہ جودھابائی اکبر کی بیگم نہیں تھی۔ ابوالفضل کے "اکبرنامہ"، عبدالقادر بدایونی کے "منتخب التواریخ" اور نظام الدین بخشی کے "طبقات اکبری" میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ امتیاز احمد کا کہنا ہے کہ انیسویں صدی میں جودھا کا نام اس وقت سامنے آیا لفٹیننٹ کرنل جیمس ٹوڈ (Lieutenant-Colonel James Tod) نے اپنی کتاب Annals and Antiquity of Rajasthan میں اس کا ذکر بھی کیا ہے- دو جلدوں پر مشتمل یہ کتاب ۱۸۲۹ و ۱۸۳۲ میں شائع ہوئی تھی۔

خدا بخش اورینٹل لائبریری کی علمی خدمات

سلیم خان
ہیوسٹن (ٹیکساس) امریکا

تہذیبی ورثے سے بھی ہوتی ہے۔ جس معاشرے میں کتاب، قلم اور تحقیق کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے، وہ معاشرہ فکری اعتبار سے زندہ اور متحرک رہتا ہے۔ برصغیر کی علمی تاریخ میں چند ایسے ادارے ہیں جنھوں نے صدیوں کے علمی سرمائے کو محفوظ رکھنے میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ انہی میں ایک ممتاز نام خدا بخش اورینٹل لائبریری کا ہے، جو نہ صرف نادر مخطوطات کا عظیم ذخیرہ رکھتی ہے بلکہ مشرقی علوم، اسلامی تہذیب اور برصغیر کی فکری روایت کی ایک معتبر علامت بھی سمجھی جاتی ہے۔

اس لائبریری کی بنیاد انیسویں صدی کے اواخر میں اس وژن کے ساتھ رکھی گئی کہ وہ علمی سرمایہ، جو وقت کی گرد میں گم ہوسکتا تھا، اسے آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر دیا جائے۔ اس خواب کو حقیقت کا روپ دینے میں خدا بخش خان کا کردار فیصلہ کن تھا۔ انہوں نے اپنی ذاتی کتابوں اور نادر مخطوطات کے ذخیرے کو عوام کے لیے وقف کیا اور یوں ایک ایسا علمی مرکز وجود میں آیا جس نے وقت گزرنے کے ساتھ بین الاقوامی شہرت حاصل کر لی۔ یہ عمل اس بات کی روشن مثال ہے کہ ایک فرد اپنے علم دوستی کے عزم سے آنے والی نسلوں کی فکری زندگی پر دیرپا اثرات مرتب کرسکتا ہے۔

خدا بخش اورینٹل لائبریری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کے نادر مخطوطات ہیں۔ یہاں قرآنِ مجید کے قدیم نسخے، فارسی، عربی اور اُردو زبان کے کلاسیکی متون، تاریخی دستاویزات، شاہی فرامین، ادبی شاہکار اور سائنسی موضوعات پر لکھی گئی قدیم کتابیں محفوظ ہیں۔ ان مخطوطات کی اہمیت صرف اس لیے نہیں کہ وہ قدیم ہیں بلکہ اس لیے بھی کہ وہ انسانی فکر کے ارتقا، تہذیبوں کے باہمی تعلقات اور علمی روایت کے تسلسل کی گواہی دیتے ہیں۔ ایک محقق کے لیے یہ ذخیرہ محض کتابوں کا مجموعہ نہیں بلکہ تاریخ کے زندہ اوراق ہیں۔

آج جب دنیا ڈیجیٹل انقلاب کے دور سے گزر رہی ہے، تب بھی قدیم مخطوطات کی اہمیت کم نہیں ہوئی بلکہ بڑھ گئی ہے۔ جدید تحقیق کا ایک بنیادی اصول یہی ہے کہ اصل ماخذ تک رسائی حاصل کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے محققین ایسے اداروں کا رخ کرتے ہیں جہاں مستند اور اصل دستاویزات محفوظ ہوں۔ خدا بخش اورینٹل لائبریری نے نہ صرف ان مخطوطات کی حفاظت کی بلکہ ان کی فہرست

سازی، تحقیق، اشاعت اور ڈیجیٹل تحفظ کے ذریعے انہیں نئی نسل کے لیے بھی قابلِ رسائی بنایا۔ اس طرح یہ ادارہ روایت اور جدیدیت کے درمیان ایک مضبوط پل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

اُردو، فارسی اور عربی ادب کے طالب علموں کے لیے بھی یہ لائبریری غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ بے شمار ایسے متون، جن تک عام حالات میں رسائی ممکن نہیں، یہاں محفوظ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد تحقیقی مقالات، ایم فل اور

ساتھ تعلق کو متاثر کیا ہے۔ ایسے ماحول میں خدا بخش اورینٹل لائبریری جیسے ادارے ہمیں یہ احساس دلاتے ہیں کہ پائیدار علم کا متبادل کوئی شارٹ کٹ نہیں ہو سکتا۔ تہذیبیں اپنی یادداشت کے ذریعے زندہ رہتی ہیں اور کتابیں اسی یادداشت کی سب سے معتبر شکل ہیں۔ اگر ہم اپنی علمی روایت سے رشتہ کمزور کر دیں تو ہماری فکری بنیادیں بھی کمزور ہو جائیں گی۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ برصغیر کے تمام بڑے علمی ادارے باہمی تعاون کو فروغ

خدا بخش اورینٹل لائبریری اس حقیقت کی روشن مثال ہے کہ علم کی حفاظت دراصل تہذیب کی حفاظت ہے۔ جو قومیں اپنے علمی ورثے کو سنبھالتی ہیں، وہ اپنے مستقبل کو بھی محفوظ بناتی ہیں۔ یہ لائبریری ہمیں یاد دلاتی ہے کہ تاریخ صرف جنگوں اور حکمرانوں کے قصوں کا نام نہیں بلکہ ان کتابوں، مخطوطات اور علمی کوششوں کا بھی نام ہے جنھوں نے انسانی فکر کو زندہ رکھا۔ اگر ہم آنے والی نسلوں کو ایک مضبوط فکری بنیاد دینا چاہتے ہیں تو ہمیں ایسے

’ضرورت اس امر کی ہے کہ برصغیر کے تمام بڑے علمی ادارے باہمی تعاون کو فروغ دیں، مخطوطات کی ڈیجیٹل نقلیں تیار کریں، نوجوان محققین کے لیے تحقیق کے نئے مواقع پیدا کریں اور عام قارئین میں کتاب دوستی کی روایت کو مضبوط بنائیں‘۔

پی ایچ ڈی کے مقالے، تاریخی تحقیقات اور ادبی مطالعات اسی ذخیرے سے استفادہ کرتے ہوئے مکمل کیے گئے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ لائبریری صرف ایک محفوظ گودام نہیں بلکہ تحقیق اور تخلیق کا ایک فعال مرکز ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں مطالعے کی عادت کمزور پڑتی جا رہی ہے۔ سوشل میڈیا اور تیز رفتار زندگی نے کتاب کے

دیں، مخطوطات کی ڈیجیٹل نقلیں تیار کریں، نوجوان محققین کے لیے تحقیق کے نئے مواقع پیدا کریں اور عام قارئین میں کتاب دوستی کی روایت کو مضبوط بنائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جامعات اور تحقیقی مراکز کو بھی ایسے اداروں سے اپنا تعلق مزید مستحکم کرنا چاہیے تاکہ علمی سرمایہ صرف الماریوں تک محدود نہ رہے بلکہ نئی تحقیق، نئی فکر اور نئے مباحث کا سرچشمہ بنے۔

علمی مراکز کی قدر، ان کی حفاظت اور ان سے استفادہ کو اپنی قومی ترجیحات میں شامل کرنا ہوگا۔ یہی ان عظیم اداروں کے لیے حقیقی خراجِ تحسین بھی ہے اور مستقبل کی ضمانت بھی۔

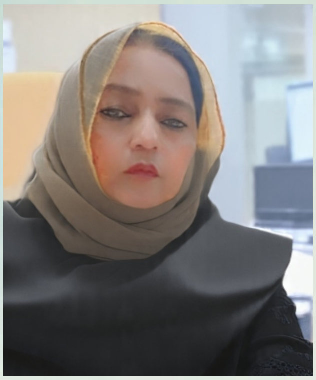

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری

برصغیر میں علم و تہذیب کی محفوظ میراث و امانت

یاسمین اختر طوبیٰ

(ریسرچ اسکالر۔گوجرہ، پاکستان)

کہتے ہیں ہر شہر کی ایک روح ہوتی ہے۔

کچھ شہروں کی روح ان کے دریاؤں میں بہتی ہے، کچھ کی ان کے بلند میناروں سے گفتگو کرتی ہے اور کچھ کی خاموش گلیوں میں صدیوں کی آہٹ بن کر زندہ رہتی ہے۔ پٹنہ کی روح اگر کسی ایک مقام پر آ کر ٹھہر گئی ہے تو وہ کسی محل، قلعے یا یادگار عمارت میں نہیں بلکہ ان قدیم اوراق میں بسی ہوئی ہے جن پر وقت نے اپنی انگلیوں کے نشان ثبت کر دیے ہیں۔ وہیں جہاں خاموشی بولتی ہے، روشنائی سانس لیتی ہے اور صدیوں پہلے لکھے گئے لفظ آج بھی انسان کا ہاتھ تھام لیتے ہیں۔ اس مقام کا نام ”خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری“ ہے۔

میں ہمیشہ یہ محسوس کرتی ہوں کہ کتابیں صرف لکڑی کی الماریوں میں بند اشیا نہیں ہوتیں بلکہ وہ اپنے پڑھنے والوں کے دلوں میں اپنا گھر بناتی ہیں۔ لائبریریاں دراصل کسی بھی معاشرے کی اجتماعی یادداشت ہوتی ہیں۔ جس طرح دل کی دھڑکن زندگی کی علامت ہے، اسی طرح کتابوں اور کتب خانوں کی موجودگی کسی تہذیب کے زندہ ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ جب لائبریریاں ویران ہونے لگتی ہیں تو صرف کتابیں خاموش نہیں ہوتیں بلکہ قومیں بھی رفتہ رفتہ اپنی تاریخ، اپنی شناخت اور اپنی فکری میراث سے دور ہونے لگتی ہیں۔

ذرا تصور کیجیے، ایک قدیم زمانے کا کاتب چراغ کی مدھم روشنی میں بیٹھا ہے۔ اس کے ہاتھ میں قلم ہے، سامنے نفیس کاغذ رکھا ہے اور وہ ہر حرف اس احتیاط سے رقم کر رہا ہے جیسے کوئی باغبان کسی نازک پودے کی حفاظت کرتا ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ سے نکلنے والے یہ الفاظ کئی صدیاں گزرنے کے بعد بھی زندہ رہیں گے۔ اسے شاید یہ بھی خبر نہیں کہ اس کی محنت کسی ایسی عظیم لائبریری کا حصہ بنے گی جہاں دنیا بھر کے محققین احترام اور عقیدت کے ساتھ ان صفحات کا مطالعہ کریں گے۔ یہی علم کی وہ عظمت ہے جہاں انسان فنا ہو جاتا ہے مگر اس کی تخلیق باقی رہتی ہے۔

خدا بخش خان نے بھی شاید اسی حقیقت کو پہچان لیا تھا۔ انہوں نے کتابوں کو محض ذاتی دولت نہیں سمجھا بلکہ ایک ایسی امانت جانا جسے محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ انسانیت تک پہنچانا بھی ضروری ہے۔ ان کے والد نے جو علمی چراغ روشن کیا تھا، خدا بخش خان نے اسے ایک ایسے روشن مینار میں تبدیل کر دیا جس کی روشنی

آنے والی نسلوں تک پہنچتی رہے۔یہی وجہ ہے کہ "خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری" صرف ایک شخص کی یادگار نہیں بلکہ علم سے محبت رکھنے والے ہر انسان کی مشترکہ میراث بن چکی ہے۔

زمانہ کبھی مکمل طور پر خاموش نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی وہ اپنی قیمتی ترین یادیں کتابوں کے سپرد کر کے صدیوں کے لیے خاموش ہو جاتا ہے۔ پھر کسی دن جب کوئی جستجو کرنے والا شخص کسی قدیم لائبریری کا دروازہ کھولتا ہے تو محسوس ہوتا ہے جیسے وقت نے اپنی بند مٹھی آہستہ سے کھول دی ہو۔ پرانے کاغذوں کی خوشبو، روشنائی کی مدھم مہک اور خاموشی میں چھپے ہزاروں الفاظ اچانک بولنے لگتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ سلطنتیں ختم ہو گئیں، تخت بدل گئے، شہر اجڑ گئے مگر قلم سے لکھا ہوا علم آج بھی زندہ ہے۔

پٹنہ کے قلب میں قائم ''خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری'' بھی ایسی ہی ایک زندہ تاریخ ہے۔ اس کی عمارت اینٹ اور پتھر سے بنی ضرور ہے مگر اس کی اصل بنیاد اس یقین پر قائم ہے کہ جب تک علم محفوظ رہے گا، تہذیبیں کبھی یتیم نہیں ہوں گی۔

اگر کتابوں کو چلنے پھرنے اور گفتگو کرنے کی صلاحیت حاصل ہو جائے تو شاید دنیا کے مختلف خطوں سے آنے والے مخطوطات اسی لائبریری میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں۔ بغداد کے علمی خزانے ایران کے قلمی نسخوں سے ہم کلام ہوں، وسط ایشیا کی دانش برصغیر کی فکری روایت سے ملے اور سب مل کر انسان کو یہ پیغام دیں کہ علم کی کوئی سرحد نہیں ہوتی۔ سرحدیں زمینوں کو تقسیم کرتی ہیں، کتابیں انسانوں کو جوڑتی ہیں۔

یہ لائبریری دراصل ایک ایسی کارواں سرائے ہے جہاں مسافر انسان نہیں بلکہ خیالات ہیں۔ کوئی خیال صدیوں کا سفر طے کر کے یہاں پہنچا ہے، کسی کے دامن میں عرب کی خوشبو ہے، کسی کے اوراق پر ایران کی تہذیبی روشنی، کسی میں وسط ایشیا کی علمی روایت اور کسی میں برصغیر کی مٹی کی مہک شامل ہے۔ یہ سب ایک ہی چھت کے نیچے اس لیے جمع ہیں تا کہ آنے والی نسلیں جان سکیں کہ تہذیبیں تصادم سے نہیں بلکہ علم، تحقیق اور خیالات کے تبادلے سے ترقی کرتی ہیں۔

خدا بخش خان نے جب اپنے والد کے خواب کو حقیقت کا روپ دیا تو وہ صرف ایک کتب خانہ قائم نہیں کر رہے تھے بلکہ وہ وقت کے ہاتھوں بکھر جانے والے علمی خزانے کو محفوظ کر کے انسانیت کے حوالے کر رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ دولت کی حفاظت خزانے کرتے ہیں مگر علم کی حفاظت وہی قومیں کر سکتی ہیں جو کتاب کو ملکیت نہیں بلکہ امانت سمجھتی ہیں۔

اس لائبریری میں موجود ہر مخطوطہ اپنے اندر ایک داستان رکھتا ہے۔ کوئی صفحہ کسی صوفی کے روحانی تجربات کا امین ہے، کوئی کسی طبیب کی برسوں کی تحقیق کا نتیجہ، کوئی شاعر کے دل کی کیفیت کا اظہار اور کوئی مورخ کے قلم سے محفوظ کیا ہوا ایک پورا عہد۔ ان اوراق پر صرف روشنائی نہیں بلکہ انسان کی امید، خوف، محبت، جستجو اور تجربات بھی محفوظ ہیں۔ یہی وہ سرمایہ ہے جسے ہم علمی ورثہ کہتے ہیں۔

انسان نے چاند تک رسائی حاصل کر لی، سمندروں کی گہرائیوں کو ناپ لیا، مصنوعی ذہانت جیسی حیرت انگیز ٹیکنالوجی تخلیق کر لی، لیکن آج بھی جب وہ کسی حقیقت کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہے تو اسے علم کے کسی نہ کسی دروازے پر دستک دینا پڑتی ہے۔ نئی منزلیں ضرور تعمیر ہوتی رہتی ہیں مگر ہر نئی عمارت کی بنیاد پرانے تجربات کے پتھروں پر ہی رکھی جاتی ہے۔ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری انہی بنیادوں کی محافظ ہے۔

آج کا انسان معلومات کے سیلاب میں

گھرا ہوا ہے مگر علم کی گہرائی سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ چند لمحوں میں ہزاروں صفحات اسکرین پر نمودار ہو سکتے ہیں لیکن کسی قدیم مخطوطے کو ہاتھ میں لے کر اس کے کاغذ، جلد اور روشنائی کی خوشبو محسوس کرنے کا تجربہ اپنی ایک الگ اہمیت رکھتا ہے۔ کتاب صرف پڑھی نہیں جاتی، محسوس بھی کی جاتی ہے۔ اس کے حاشیوں پر موجود پرانے قاری کے نشانات، اس کی جلد کی بوسیدگی اور اس کے صفحات کی خاموشی اپنے اندر تاریخ کی زندہ آواز رکھتے ہیں۔

ہماری تہذیب کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم نئی عمارتیں بنانے میں تو دلچسپی لیتے ہیں مگر اپنی اجتماعی یادداشت کو محفوظ رکھنے پر کم توجہ دیتے ہیں۔ حالانکہ قومیں اس وقت غریب نہیں ہوتیں جب ان کے خزانے خالی ہو جائیں بلکہ اس وقت غریب ہوتی ہیں جب ان کی لائبریریاں خاموش ہو جائیں، ان کے قاری کم ہو جائیں اور ان کی کتابیں بے نام رہ جائیں۔

> ’تہذیبوں کی حفاظت صرف طاقت سے نہیں بلکہ علم سے ہوتی ہے۔ سپاہی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر لائبریریاں قوموں کی روح کی حفاظت کرتی ہیں۔ سرحدیں دوبارہ تعمیر کی جا سکتی ہیں لیکن اگر کسی قوم کی یادداشت بکھر جائے تو نسلیں اپنے ہی ماضی سے اجنبی ہو جاتی ہیں‘۔

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ تہذیبوں کی حفاظت صرف طاقت سے نہیں بلکہ علم سے ہوتی ہے۔ سپاہی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر لائبریریاں قوموں کی روح کی حفاظت کرتی ہیں۔ سرحدیں دوبارہ تعمیر کی جا سکتی ہیں لیکن اگر کسی قوم کی یادداشت بکھر جائے تو نسلیں اپنے ہی ماضی سے اجنبی ہو جاتی ہیں۔

یہ لائبریری ایک چراغ بھی ہے اور ایک آئینہ بھی۔ چراغ اس لیے کہ یہ آنے والی نسلوں کے راستے روشن کرتی ہے اور آئینہ اس لیے کہ اس میں جھانکنے والا اپنی تہذیب کا اصل چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ یہاں آکر احساس ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے محض محلات اور فتوحات کو اہمیت نہیں دی بلکہ فکر، تحقیق اور قلم کو بھی عزت بخشی۔

جب کبھی دنیا کی تیز رفتار زندگی سے تھکن محسوس ہو تو کسی ایسی لائبریری کا تصور کیجیے جہاں ایک پرسکون میز ہو، سامنے ایک قدیم کتاب رکھی ہو اور کھڑکی سے چھن کر آتی ہوئی روشنی صفحات پر بکھر رہی ہو، وہاں محسوس ہوگا کہ انسان کی عظیم ترین ایجادات میں سے ایک کتاب بھی ہے کیونکہ کتاب ہی وہ ذریعہ ہے جس نے انسان کو وقت کو محفوظ کرنے کا ہنر سکھایا۔

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری دراصل وقت کو محفوظ رکھنے کا ایک عظیم فن ہے۔ جب تک اس کے اوراق سلامت ہیں، ہماری تاریخ زندہ ہے، ہماری شناخت باقی ہے اور ہمارے مستقبل کی بنیاد مضبوط ہے۔ اس کی خاموش راہداریوں میں چلتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے صدیوں پرانی دانش آہستہ سے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہی ہو:

”اگر اپنے مستقبل کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو ‘اپنے ماضی کو کبھی فراموش مت کرنا۔”

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری

ایک عظیم تحقیقی مرکز

محمد ابوبکر
ریسرچ اسکالر، مونگیر یونیورسٹی، مونگیر، ہندوستان

قدیم مخطوطات وقت کے ساتھ خراب ہونے لگتے ہیں، اس لیے ان کی حفاظت انتہائی ضروری ہے۔
خدا بخش لائبریری میں جدید تحفظ (Conservation) کی تجربہ گاہ قائم ہے جہاں ماہرین مخطوطات کی مرمت اور حفاظت کرتے ہیں۔
لائبریری نے ہزاروں مخطوطات کو ڈیجیٹل شکل میں محفوظ کیا ہے تاکہ آئندہ نسلیں بھی اس علمی سرمایہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔
اس منصوبے نے دنیا بھر کے محققین کے لیے تحقیق کو مزید آسان بنایا ہے۔

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ہندوستان کی نہ صرف ایک تاریخی لائبریری ہے بلکہ مشرقی علوم (Oriental Studies) کے میدان میں ایک عالمی شہرت یافتہ تحقیقی مرکز بھی ہے۔ یہ ادارہ اپنی نادر و نایاب مخطوطات، قدیم کتابوں، تاریخی دستاویزات، مصوری، خطاطی اور علمی ورثے کی حفاظت کے لیے دنیا بھر میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔ یہاں محفوظ عربی، فارسی، اردو، ترکی، پشتو اور دیگر زبانوں کے ہزاروں قلمی نسخے محققین کے لیے بیش قیمت سرمایہ ہیں۔

ابتدا میں یہاں تقریباً چار ہزار مخطوطات موجود تھے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اس کا ذخیرہ مسلسل بڑھتا گیا اور آج یہ دنیا کی عظیم ترین مشرقی لائبریریوں میں شمار ہوتی ہے۔

خدا بخش لائبریری کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا نادر مخطوطاتی ذخیرہ ہے۔ یہاں اکیس ہزار سے زیادہ قلمی نسخے محفوظ ہیں جبکہ لاکھوں مطبوعہ کتابیں بھی موجود ہیں۔ ان میں:

☆ قرآنِ مجید کے نادر نسخے

☆ عربی، فارسی اور اردو کے قدیم مخطوطات

☆ مغلیہ دور کی مصور کتابیں

* اسلامی علوم، فقہ، حدیث، تفسیر اور تصوف کی نایاب کتابیں

☆ طبِ یونانی، فلسفہ، تاریخ اور ادب کے مخطوطات

* نادر خطاطی اور تاریخی تصاویر

یہ ذخیرہ محققین کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہے اور دنیا بھر سے آنے والے اہلِ علم اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری صرف کتابوں کا ذخیرہ نہیں بلکہ ایک فعال تحقیقی مرکز ہے۔ یہاں مختلف شعبوں میں تحقیق کی جاتی ہے، مثلاً:

☆ اسلامیات

☆ عربی زبان و ادب

☆ فارسی ادب

☆ اردو ادب

☆ تقابلی مذاہب

☆تصوف

☆طبِ یونانی

☆برصغیر کی تاریخ وتہذیب

☆مغلیہ تاریخ

☆تحریکِ آزادی ہند

ملک اور بیرونِ ملک کے محققین یہاں آ کر مخطوطات کا مطالعہ کرتے ہیں اور تحقیقی مقالات، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالے تیار کرتے ہیں۔ لائبریری کی تحقیقی خدمات نے اسے بین الاقوامی سطح پر ممتاز مقام عطا کیا ہے۔

قدیم مخطوطات وقت کے ساتھ خراب ہونے لگتے ہیں، اس لیے ان کی حفاظت انتہائی ضروری ہے۔ خدا بخش لائبریری میں جدید تحفظ (Conservation) کی تجربہ گاہ قائم ہے جہاں ماہرین مخطوطات کی مرمت اور حفاظت کرتے ہیں۔

لائبریری نے ہزاروں مخطوطات کو ڈیجیٹل شکل میں محفوظ کیا ہے تاکہ آئندہ نسلیں بھی اس علمی سرمایہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس منصوبے نے دنیا بھر کے محققین کے لیے تحقیق کو مزید آسان بنایا ہے۔

یہ ادارہ علمی و تحقیقی کتابوں کی اشاعت میں بھی نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ یہاں سے مختلف موضوعات پر تحقیقی کتب، مخطوطات کے تنقیدی ایڈیشن، علمی رسائل اور سہ ماہی تحقیقی جرائد شائع کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ قومی اور بین الاقوامی سیمینار، ورکشاپس، مذاکرے اور علمی کانفرنسیں بھی منعقد کی جاتی ہیں جن میں ممتاز اسکالرز شرکت کرتے ہیں۔

خدا بخش لائبریری اردو زبان و ادب کی ترقی میں بھی نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ یہاں اردو کے کلاسیکی شعراء اور ادباء کے قلمی نسخے محفوظ ہیں۔ میر، غالب، اقبال، سرسید، شبلی نعمانی اور دیگر اکابرین سے متعلق اہم مواد یہاں موجود ہے۔ اردو تحقیق کرنے والے طلبہ اور اساتذہ کے لیے یہ ادارہ ایک اہم علمی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ لائبریری صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں علمی اعتبار سے معروف ہے۔ ایشیا، یورپ، امریکہ اور مشرقِ وسطیٰ کے محققین یہاں آ کر تحقیق کرتے ہیں۔ متعدد نادر مخطوطات دنیا میں صرف اسی لائبریری میں محفوظ ہیں، جس کی وجہ سے اس کی عالمی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

خدا بخش لائبریری طلبہ، اساتذہ اور محققین کے لیے ایک مثالی تحقیقی ماحول فراہم کرتی ہے۔ یہاں مطالعہ گاہیں، حوالہ جاتی خدمات، ڈیجیٹل سہولیات، کیٹلاگ، فوٹو کاپی، مائیکرو فلم اور دیگر تحقیقی وسائل دستیاب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال ہزاروں طلبہ اور محققین اس ادارے سے علمی استفادہ کرتے ہیں۔

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری ہندوستان کی علمی، ادبی اور تہذیبی میراث کا ایک روشن مینار ہے۔ یہ ادارہ صدیوں پر محیط علمی سرمایہ محفوظ کیے ہوئے ہے اور جدید تحقیقی تقاضوں کے مطابق اسے نئی نسل تک پہنچانے میں مصروف ہے۔ اگر اسے مشرقی علوم کا خزانہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ لائبریری مستقبل میں بھی تحقیق، علم اور ثقافت کے فروغ میں اپنی خدمات انجام دیتی رہے گی اور دنیا بھر کے اہلِ علم کے لیے رہنمائی کا ایک اہم مرکز بنی رہے گی۔

جمال محسن کی فیس بک وال سے

خدابخش اورینٹل لائبریری میں

''گوشہ دسنہ''

خدابخش لائبریری کا دورہ اپنے آپ میں ایک تجربہ ہے۔ یہاں شیشوں کے پیچھے سجی نمائش نہیں، بلکہ اصول ہے۔ گوشہ دکھایا نہیں جاتا، کتاب کی فہرست دکھائی جاتی ہے۔ آپ نام بتائیے، کتاب خود چل کر آجاتی ہے۔

پٹنہ (بہار) میں واقع خدابخش اورینٹل لائبریری میں "گوشہ دسنہ" موجود ہے۔ اسکے اعداد و شمار خود ایک داستان ہیں۔ انڈیا کے سابق صدر ذاکر حسین صاحب دسنہ لائبریری کی ذخیرہ کتب سے متاثر تھے۔ انکے حکم اور دسنہ کے اکابرین کی رضامندی سے وہاں کی انمول و نایاب ہزاروں کتابیں عطئے کے طور پر خدابخش لائبریری میں منتقل کردی گئیں۔

میرے دادا سید محمد حسین عرف حسی میاں اور دسنہ کے صاحب نظر بزرگ یہ بات بہت پہلے سمجھ چکے تھے کہ ہجرت صرف انسانوں کو نہیں، کتابوں کو بھی یتیم کردیتی ہے۔

دسنہ سے مسلمانوں کی بڑی تعداد میں روانگی کے بعد یہ سوال شدت سے ابھرا کہ ان نایاب مخطوطات، قدیم تفاسیر، فقہی رسائل اور خطی کتابوں کی حفاظت کون کرے گا جو نسلوں سے علم کی صورت سانس لے رہی تھیں؟

یہ محض کاغذ اور روشنائی نہ تھیں، یہ دسنہ کی علمی پہچان، مدرسوں کی یادیں اور بزرگوں کی محنتِ شاقہ کا نچوڑ تھیں۔

چنانچہ یہ دانشمندانہ فیصلہ کیا گیا کہ اہم اور نادر کتب پٹنہ منتقل کر دی جائیں خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری میں، جو برصغیر میں علمی امانتوں کی سب سے معتبر پناہ گاہ سمجھی جاتی ہے۔

یوں دسنہ کے گھروں اور خانقاہوں سے نکل کر یہ کتابیں پٹنہ پہنچیں، تاکہ ہجرت کے بعد بھی علم بے گھر نہ ہو اور تاریخ کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پائے۔

خدابخش لائبریری کا دورہ اپنے آپ میں ایک تجربہ ہے۔ یہاں شیشوں کے پیچھے سجی نمائش نہیں، بلکہ اصول ہے: گوشہ دکھایا نہیں جاتا، کتاب کی فہرست دکھائی جاتی ہے۔ آپ نام بتائیے، کتاب خود چل کر آجاتی ہے۔

دسنہ سے متعلق کتب کی فہرست ہی دس ہزار پر مشتمل ہے۔ انگریزی کتابوں کی فہرست ستر صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور کل تعداد بنتی ہے بارہ سوستر۔

اردو کا حال تو اور بھی دلکش ہے۔ ڈھائی سو صفحات پر مشتمل کیٹیلاگ۔ گویا اردو یہاں صرف زبان نہیں، ایک پورا شہر ہے۔

سید شہاب دسنوی کی ذاتی کتابوں کا عطیہ تقریباً دوسو کتابوں پر محیط ہے، ایک شخص، اور ایک مکمل علمی جہان۔

ہندوستان کے وائسرائے لارڈ کرزن نے اپنے دورے کے دوران لائبریری کے ذخائر کو دیکھ کر اسے "علم کا خزانہ" قرار دیا تھا۔ لائبریری میں کرزن کے نام سے منسوب الگ عمارت بھی موجود ہے۔ اس وزٹ کے سارے بندوبست کو ریسرچ، رائٹر طلحہ ندوی نے نہایت قرینے سے ہمارے لئے ترتیب دیا، جہاں علم بھی ترتیب میں ہے اور تاریخ بھی۔

خدا بخش لائبریری

ایک الگ شناخت

ڈاکٹر محمد ذاکر حسین (پٹنہ)

خدا بخش لائبریری کی ملکیت میں نوادرات میں بہت سی چیزیں موجود ہیں جیسے مغل مصوری، راج پوت مصوری، سکھ مصوری کے علاوہ نادر شاہ کی تلوار، بیرم خاں کا چاقو، پرنس آف ویلس کی چھڑی، مغلیہ بادشاہوں کے استعمال خاص کی زہر شناس رکابی اور گلاس وغیرہ وغیرہ

دُنیا کے مشہور کتاب خانوں میں خدا بخش لائبریری کی اپنی ایک الگ شناخت ہے۔ یہ لائبریری تقریباً ۱۳۵ برسوں (سنۂ تاسیس ۱۸۹۱ء) سے علم و ادب کی بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہے۔ ۱۸۵۷ء کی شکست و ریخت نے عام ہندستانی بالخصوص مسلمانوں کو ایک بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا تھا۔ انگریزوں کے ظلم روز بروز بڑھتے ہی جا رہے تھے اور مسلمانوں کو آسان چارہ سمجھ لیا گیا تھا۔ جب کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کے حواس بحال ہوئے تو انھیں متاع گم شدہ کی تلاش ہوئی اور یہ سمجھ میں آیا کہ انگریزوں کا مقابلہ تعلیم کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ذی ہوش لوگ اپنے ذوق و شوق کے مطابق مختلف رفاہی کاموں میں لگ گئے۔ چند لوگ اسکول و کالج کے قیام کی کوشش میں لگ گئے۔ کچھ لوگ مدرسہ کھولنے لگے۔ چنانچہ ملکی سطح تین بڑے تعلیمی ادارے؛ دارالعلوم دیوبند، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء، اسی دور میں قائم ہوئے اور تین بڑے کتب خانے؛ خدا بخش لائبریری، رامپور رضا لائبریری اور سالار جنگ میوزیم اسی عہد کی یادگار ہیں۔ پٹنہ میں بھی اس کا اثر خوب دیکھا گیا۔ چنانچہ پٹنہ کالج (۱۸۶۳ء)، گرلس اسکول (۱۸۶۸ء)، ٹمپل مڈل کالج (۱۸۸۴ء)، ٹی۔ کے۔ گھوش اکاڈمی (۱۸۸۲ء)، بی۔ این۔ کالجیٹ اسکول (۱۸۸۳ء)، بی۔این۔کالج (۱۸۸۹ء)، بانکی پور گرلس اسکول (۱۸۹۲ء)، پی۔این۔اینگلو سنسکرت اسکول (۱۸۹۵ء)، بہار انجینیر نگ اسکول (۱۸۹۶ء)، رام موہن رائے سیمنری (۱۸۹۷ء)، اور بادشاہ نواب رضوی (بی۔ این۔آر) ٹریننگ اسکول اسی زمانے میں قائم ہوئے۔

محمد بخش:

خدا بخش خاں کے والد محمد بخش کی پیدائش ۱۱ر جنوری ۱۸۱۵ء کو قصبہ چھپرہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے کلکتہ گئے اور وہاں سے وکالت کی ڈگری لی۔ ۱۸۴۰ء میں شیخ ولی اللہ کی صاحبزادی ناظمہ سے اُن کی شادی ہوئی۔ شادی کے بعد ذریعۂ معاش کی فکر دامن گیر ہوئی تو چھپرہ میں وکالت کی شروعات کی۔ جلد ہی ان کی شہرت عام ہو گئی اور بیرسٹر صاحب کے نام سے مشہور ہو گئے۔ فارسی اور عربی زبان سے بخوبی واقف تھے اور کتابوں سے بڑی رغبت تھی، بالخصوص قلمی کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ وکالت کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اس شوق کی آبیاری بھی کرنے لگے۔ چھپرہ اور اس کے مضافات سے بہت سی کتابیں بھی جمع کیں۔ اس میں قلمی اور مطبوعہ دونوں کتابیں تھیں۔ جب کتابوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا تو ایک کمرہ کو انھوں نے لائبریری کے لئے مخصوص کر دیا اور اس کا نام ''محمدیہ کتب خانہ'' رکھا۔ اس لائبریری سے استفادہ کرنے کے لئے ہندستانی

بھی آتے تھے اور انگریز بھی۔

وکالت کے شعبے میں ان کی مہارت اور صلاحیت کو دیکھتے ہوئے دوست احباب، بالخصوص انگریز احباب، پٹنہ میں وکالت کرنے کی صلاح دینے لگے۔ دوستوں کی مسلسل ترغیب وتحریک سے انھوں نے چھپرہ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا اور ۱۸۵۳ء میں اپنی لائبریری اور فیملی کو لے کر وہ پٹنہ آ گئے۔ یہاں ان کی پریکٹس فوراً جم گئی۔ ساتھ ہی ساتھ کتابیں جمع کرنے کا شوق بھی بڑھتا گیا اور "محمدیہ کتب خانہ" کو بدستور ایک کمرے میں قائم رکھا۔ وکالت اور کتابوں کی جمع آوری ساتھ ساتھ چلتی رہی، اِس سے ان کی صحت پر بُرا اثر پڑا اور فالج کے شکار ہو گئے۔ جس کی وجہ سے چلنے پھرنے اور بولنے سے محروم ہو گئے۔ آخر کار ۲۰/اکتوبر ۱۸۷۶ء کو مالک حقیقی سے جا ملے۔ مرتے وقت انھوں نے چودہ سو قلمی کتابوں کے علاوہ اپنی ساری جائداد اپنے بڑے لڑکے خدا بخش خاں کو سونپتے ہوئے یہ خواہش ظاہر کی کہ لائبریری کی ایک اچھی سی عمارت تعمیر کرائی جائے جہاں عام لوگ علم کی دولت سے مالا مال ہو سکیں۔

محمد بخش نے جو کتابیں اپنی زندگی میں جمع کیں، افادۂ عام کی غرض سے وہ اس کی توضیحی فہرست بھی تیار کرنے لگے تھے۔ اس سلسلے میں وہ عبد القادر بیدل عظیم آبادی (ص ۵۸۸)، شاہی سبزواری (ص۔ ۲۶۰)، شیخ علی حزین (ص ۲۶۷)، محمد جان قدسی (ص ۵۵۹)، بہرام سقا (ص ۵۵۹)، وحشی یزدی (ص ۵۶۳)، شرف (ص ۵۶۴)، نعمت خاں عالی (ص ۵۶۷)، سعید اشرف (ص ۵۷۱)، حکیم رکنای کاشی (ص ۵۸۲) کے احوال لکھ چکے تھے لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور یہ کام ادھورا رہ گیا۔ بعد میں خدا بخش خاں نے اُن کے اس ادھورے کام کو مکمل کیا اور "محبوب الالباب" کے نام سے اسے شائع کیا۔ جس میں انھوں نے اپنے والد گرامی کی مذکورہ بالا تحریروں کو بھی شامل کیا ہے۔

خدا بخش خاں:

خدا بخش خاں کی پیدائش ۲/اگست ۱۸۶۲ء کو صوبہ بہار کے چھپرہ ضلع میں ہوئی۔ ان کی پیدائش کے بعد ان کے والد محمد بخش اپنے پورے کنبے کے ساتھ پٹنہ چلے آئے اور یہاں وکالت کرنے لگے۔ خدا بخش خاں کی تعلیم وتربیت پٹنہ ہی میں شروع ہوئی۔ ۱۸۵۶ء میں ان کا داخلہ پٹنہ ہائی اسکول میں کرایا گیا۔ لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں پٹنہ ہائی اسکول کا وجود ہی ختم ہو گیا۔ ادھوری تعلیم پوری کرنے کے لئے ۱۸۵۹ء میں انھیں کلکتہ بھیجا گیا۔ وہاں اپنے رشتہ دار نواب امیر علی خاں کے یہاں رہ کر ۱۸۶۱ء میں انھوں نے کلکتہ یونیورسٹی سے انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ خدا بخش خاں بی اے کئے بغیر کلکتہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے مگر وہاں کی آب وہوا انھیں راس نہیں آئی۔ اس لئے مجبوراً ۱۸۶۱ء میں پٹنہ واپس لوٹ آئے۔ یہاں انھوں نے لا کالج میں داخلہ لیا مگر اس وقت ان کی زندگی میں ایک مشکل وقت آ گیا۔ ان کے والد کو طرح طرح کی بیماریوں نے گھیر لیا تھا۔ دھیرے دھیرے ان کی صحت اتنی خراب ہو گئی کہ وہ کچہری جانے سے معذور ہو گئے۔ وکالت کے سوا آمدنی کا کوئی اور ذریعہ نہیں تھا، اس لئے خاندان کا سارا بوجھ خدا بخش پر آن پڑا لیکن وہ ذرا بھی پریشان نہیں ہوئے اور خاندان کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ انھوں نے قانون کی تعلیم جاری رکھی اور ڈسٹرکٹ جج کے یہاں پیشکار ہو گئے۔ اس طرح برسوں انھوں نے بے پناہ محنت کے دن گزارے۔

وکالت کا امتحان پاس کرکے ۱۸۶۸ء میں خدا بخش خاں نے وکالت شروع کی۔ انھوں نے اتنی محنت اور لگن سے کام کیا کہ دو چار مقدموں میں ہی ان کی قابلیت اور صلاحیت کا چرچا جگہ جگہ ہونے لگا۔ صرف دو سال کی قلیل مدت میں ان کا شمار پٹنہ کے نامی گرامی وکیلوں میں ہونے لگا۔ کہا جاتا ہے کہ خدا بخش جس مقدمہ کو ہاتھ میں لے لیتے تھے، اس میں جی جان لگا دیتے تھے۔ متعلقہ مقدمہ کے نکات

کے ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھتے تھے اور حاکم کے سامنے اس طرح پیش کرتے تھے کہ اس کی حیثیت ہی بدل جاتی تھی۔ کمزور سے کمزور مقدمہ میں بھی حاکم کو قلم لگانا مشکل ہوجاتا تھا۔ یادداشت بھی انھوں نے غضب کی پائی تھی۔ جس قانونی دفعہ یا نظیر کو ایک مرتبہ دیکھ لیتے تھے کیا مجال کہ وہ دماغ سے ہٹ جائے۔ نتیجتاً وکالت میں ان کا نام اتنا آگے نکل گیا کہ نوٹوں کی بارش ہونے لگی۔ اس زمانے میں ایک دن میں پانچ پانچ چھ چھ سو روپے کما لیتے تھے۔ اس طرح انھوں نے ۲۷ر برس وکالت کی اور بے شمار دولت کمائی اور ساری کی ساری دولت انھوں نے کتابوں کی خریداری میں لگا دی۔ اُس زمانے میں یعنی ۱۸۸۰ء میں جب روپیہ کی قیمت بہت زیادہ تھی، خدا بخش خاں کے لگ بھگ پانچ لاکھ روپے اس لائبریری پر خرچ ہوئے۔ اسّی (۸۰) ہزار روپے میں تو صرف عمارت تعمیر ہوئی۔ ۱۸۸۰ء میں انھیں سرکاری وکیل مقرر کیا گیا۔ اسی سال ان کو خان بہادر کا خطاب بھی ملا جو اس وقت ہندستانیوں کے لئے بڑی عزت اور فخر کی بات تھی۔ ۱۸۷۵ء میں جوہ پٹنہ اسکول کے سکریٹری بنائے گئے اور ۱۸۷۷ء میں ان کو سرٹیفکٹ آف آنر سے نوازا گیا۔

خدا بخش خاں کی قابلیت اور قانونی مہارت سے متأثر ہوکر نظام حیدرآباد نے انھیں ۱۸۹۵ء میں اپنی ریاست کا چیف جسٹس متعین کیا۔ تین برسوں تک انھوں نے وہاں بڑی کامیابی کے ساتھ خدمت انجام دی اور ۱۸۹۸ء میں پٹنہ لوٹ آئے۔ یہاں انھوں نے دوبارہ وکالت شروع کی لیکن صحت کی خرابی کے سبب جم نہیں سکے۔ دراصل برسوں سخت محنت کرتے کرتے ان کا دل و دماغ جواب دے چکا تھا۔ بالآخر تھکے ہارے بستر پر گر گئے۔ اچانک فالج کا حملہ ہوا۔ ہاتھ پاؤں بڑی حد تک بے کار ہو گئے جس کے نتیجے میں آمدنی بند ہوگئی اور قرض بڑھنے لگا۔ جب حکام کو خبر ملی تو سرکار نے فوراً مدد کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ دو سو روپے ماہانہ پر خدا بخش لائبریری کے سکریٹری مقرر ہوئے، ساتھ ہی قرض کی ادائیگی کے لئے سرکار نے یکمشت آٹھ ہزار روپے انھیں دئے۔ اتنا ہی نہیں، سرکار نے انھیں ۱۹۰۳ء میں سی۔آئی۔اے (کمپینین آف دی انڈین ایمپائر Companion of the Indian Empire) کے خطاب سے نوازا جو اس وقت بہت ہی کم ہندستانیوں کو دیا جاتا تھا۔ ۳ر اگست ۱۹۰۸ء کو رات ایک بجے بہار کی اس عظیم شخصیت کا انتقال ہوگیا اور ۶ر اگست ۱۹۰۸ء کو لائبریری کے احاطہ میں انھیں بڑے احترام کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔

علمی وادبی خدمات:

خدا بخش خاں کی بین الاقوامی شہرت ایک عظیم مشرقی کتاب خانہ کے بانی کی حیثیت سے ہے۔ یہ ان زندگی کا اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں جب تک انسان میں زندگی کی رمق باقی رہے گی، اس وقت تک خدا بخش خاں کو بڑے احترام و اکرام سے یاد کیا جائے گا۔ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری کی صورت میں ان کی یہ گراں قدر خدمت عالمی پیمانہ پر اتنی مشہور ہے کہ جب بھی خدا بخش خاں کا نام زبان پر آتا ہے فوراً ذہن ان کی قائم کردہ لائبریری کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب علم وفضل نے ان کی اسی عظیم یادگار کا ذکر بڑے طمطراق کے ساتھ اپنی تحریر و تقریر میں کیا ہے۔ دنیا کا ایک عجیب دستور یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایک میدان میں کافی شہرت یافتہ ہوجاتا ہے تو دوسری خوبیاں پردہ خفا میں چلی جاتی ہیں۔ اور یہ ایک فطری عمل ہے۔ کیونکہ اس عظیم یادگار کی چکاچوند دوسری خوبیوں کو ابھرنے نہیں دیتی۔ یہ ایک المیہ ہے کہ اس قسم کی روایت سے علمی دنیا اس شخص کی دوسری خوبیوں سے یکسر محروم ہوجاتی ہے۔

خدا بخش خاں جس خانوادہ کے چشم و چراغ تھے، وہ علم و ادب کا گہوارہ تھا اور کتب بینی کا شوق اسلاف سے ورثہ میں چلا آرہا تھا۔

خدابخش خاں لکھنے پڑھنے کے بھی شوقین تھے۔ ایک مشہور و معروف وکیل ہونے اور پٹنہ کی علمی، ادبی، سماجی، تعلیمی اور ثقافتی محفلوں میں شرکت کے باوجود لکھنے پڑھنے کے لئے روزانہ وقت نکال ہی لیتے تھے۔ کچہری سے آنے کے بعد رات کا کھانا شام ہی کو نوش فرمالیتے تھے اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد اپنی کتابوں کے کمرے میں چلے جاتے تھے اور رات کو دیر تک وہیں پڑھتے لکھتے رہتے تھے۔ اس طرح دنیا کی اچھی اچھی کتابیں ان کی نظر سے گزر چکی تھیں۔ کثرت مطالعہ کی وجہ سے ان کی ذات مختلف علوم وفنون کی آماجگاہ بن گئی تھی۔ ان کی یہ خوبی ان کی تحریر و تقریر دونوں میں یکساں دکھائی دیتی ہے۔ جس کا اعتراف سر جدوناتھ سرکار جیسے عظیم مؤرخ نے یہ کہتے ہوئے کیا ہے کہ جب ایک بار خدابخش خاں سے روبرو گفتگو کا اتفاق ہوا تو ایسا لگا جیسے ایک بحر ذخار ہے، جو امڈا چلا آرہا ہے۔

خدابخش خاں کو اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ ان زبانوں کے شعرا کے دواوین مستقل طور پر ان کے مطالعے میں رہتے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو کے سیکڑوں اشعار ان کو یاد تھے۔ پروفیسر براؤن سے ان کی خط و کتابت فارسی میں ہوا کرتی تھی۔ گرچہ ان کا بیشتر وقت مطالعہ کتب ہی میں گزرتا تھا۔ اس لئے موجودہ دور کے علمی مزاج کے مطابق تو ہونا یہ چاہئے تھا کہ ان کی تصانیف کا انبار لگ جاتا لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس دور کے پروردہ ہیں، جس میں سیکڑوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد ہی کوئی مضمون منظر عام پر آسکتا تھا اور اسی روایت کو خدابخش خاں نے اپنایا۔ چنانچہ ان کی چند تصانیف ہی سے ہم آشنا ہو سکے ہیں؛ ان کے نام ہیں: تاریخ عظیم آباد، تفسیر سورہ فاتحہ و اخلاص اور محبوب الالباب فی تعریف الکتب و الکتاب۔ ان کتابوں کی ورق گردانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ بانی کتابخانہ اور ایک ممتاز وکیل ہونے کے علاوہ علمی وادبی اعتبار سے خدابخش خاں کی کئی حیثیتیں ہیں۔ چنانچہ بیک وقت وہ ایک اچھے مفسر، غیر جانبدار مؤرخ، ممتاز کیٹلاگر، لائق مترجم، قابل تذکرہ نگار، عمدہ مکتوب نگار اور سنجیدہ محقق تھے۔

تعلیمی خدمات:

سرسید نے اپنے خیالات ونظریات سے روشناس کرانے کے لئے ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ بھی کیا۔ اس سلسلے میں وہ دوبار پٹنہ آئے۔ بنگالیوں کی متعصّبانہ پالیسیوں کی وجہ سے بہار کے عوام میں اس تحریک کا زیادہ اثر ہوا۔ اس وقت بہار میں ممتاز دانشوروں اور جدید تعلیم سے آراستہ لوگوں کی ایک جماعت مثلاً خدا بخش خاں، منشی سورج مل، خواجہ فخر الدین حسین سخن دہلوی، صفیر بلگرامی، شرف الدین، نور الہدی، احسن الدین احمد، مولوی محمد حسن صادقپوری، قاضی رضا حسین، نواب امداد حسین، بشیشور پرساد سنگھ، محمد عزیز خاں، کامنی دیوی، بادشاہ نواب رضوی، نواب سہراب جنگ، سید ولایت علی خاں، سید فضل امام، وزیر علی اور سید امیر حسین جیسے حضرات کی ایک جماعت نے اس تحریک پر لبیک کہا اور سرسید تحریک کے نہج پر بہار میں تعلیمی اور ثقافتی تحریک چلانے کا عزم کیا۔ اس سلسلے میں خدا بخش خاں، نواب سہراب جنگ اور رائے جے کشن نے بہار کے عوام کی تعلیم کے معاملے میں بنگالیوں کی شدت آمیز پالیسیوں کی پر زور مخالفت کی اور اس وقت کے لفٹیننٹ گورنر کو ایک میمورنڈم پیش کیا، جس میں بہار کے عوام کی مکمل تعلیمی سہولیات کی مانگ کی گئی تھی۔

خدابخش خاں ایک مصلح اور ریفارمر تھے، انقلابی نہیں تھے۔ بین الاقوامی سطح کے ایک عظیم دانشور، انسان دوست اور کتابوں کے رسیا تھے۔ سرسید احمد خاں اور نواب امیر علی سے ان کے گہرے روابط اور مراسم تھے اور جن سے برابر رابطہ رہتا تھا۔ وہ تعلیم وتعلم اور تہذیب و ثقافت کے رمز شناس تھے اور جب تک خون میں گرمی اور بدن میں حرارت رہی وہ بہار میں

تعلیمی ترقی کے کوشاں رہے اور بہار کے عوام کی فلاح و بہبود کے لئے امید کی ایک نئی کرن بن کر ابھرے۔ تعلیم و ثقافت کے میدان میں گراں قدر خدمات کی بدولت برٹش گورنمنٹ نے انھیں "خان بہادر" اور "سی آئی اے" کے معزز خطاب سے نوازا۔

۱۸۷۵ء تک جس طرح بہار کی ساری درسگاہیں بنگالیوں کے متعصّبانہ رویوں اور انگریز کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے دم توڑ چکی تھی اسی طرح جب یہاں جدید تعلیمی لہر آئی تو ہر چہار جانب اس کی آواز سنی گئی اور نئے نئے اسکول اور کالج کھلنے شروع ہوئے۔ پٹنہ کالج (۱۸۶۳ء)، گرلس اسکول (۱۸۶۸ء)، ٹمپل مڈل کالج (۱۸۸۶ء)، ٹی۔ کے۔ گھوش اکاڈمی (۱۸۸۲ء)، بی۔ این۔ کالجیٹ اسکول (۱۸۸۳ء)، بی۔ این۔ کالج (۱۸۸۹ء)، بانکی پور گرلس اسکول (۱۸۹۲ء)، پی۔ این۔ اینگلو سنسکرت اسکول (۱۸۹۵ء)، بہار انجینیرنگ اسکول (۱۸۹۶ء)، رام موہن رائے سیمنری (۱۸۹۷ء)، اور بادشاہ نواب رضوی (بی۔ این۔ آر) ٹریننگ اسکول کا قیام اسی جدید تعلیمی تحریک کے زیر اثر ہوا۔ ان میں سے بیشتر تعلیمی ادارے کو خدا بخش خاں کا بالواسطہ یا بلاواسطہ تعاون حاصل رہا اور وہ ان کے خیر خواہوں میں سمجھے جاتے رہے۔

خدا بخش لائبریری:

خدا بخش لائبریری کی پہلی اینٹ خدا بخش کے والد گرامی محمد بخش نے ۱۸۶۸ء میں چھپرہ میں رکھی اور اس کا نام محمدیہ کتب خانہ رکھا۔ اپنی زندگی میں انھوں نے ۱۴۰۰ مخطوطات و مطبوعات جمع کئے تھے۔ مرتے وقت انھوں نے اپنی جمع کردہ ساری کتابیں اپنے لائق فرزند کے حوالے کرتے ہوئے وصیت کی کہ اس کام کو آگے بڑھانا۔ اس وصیت کو خدا بخش خاں نے اپنی زندگی کا مشن بنا لیا اور اس محبوب عمل میں اس قدر مگن ہوئے کہ پھر انھیں دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی اور آنے والی نسلوں کے لئے علم و عمل اور خلوص و ایثار کا ایک شاندار نمونہ چھوڑ گئے۔ خدا بخش خاں کی کتابوں سے سچی محبت اور ان کے خلوص و ایثار کا ہی نتیجہ تھا کہ اُن کے اِس کام کو تائیدِ غیبی کی بشارت بھی مل گئی۔ پھر تو ہر چہار جانب سے علمی و ادبی جواہر پارے اس کی زینت بننے لگے اور خدا بخش خاں نے بھی نادر و نایاب کتابوں پر زرِ کثیر صرف کرنے سے بھی دریغ نہ کیا اور اتنی حوصلہ مندی دکھائی کہ علامہ شبلی کو کہنا پڑا کہ "ہندستان میں صرف مولوی خدا بخش خاں ایسے شخص ہیں جنھوں نے اِن چیزوں کے لئے زرِ کثیر صرف کرنے میں یورپ کے حوصلہ مندوں کا مقابلہ کیا ہے"۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مشرقی علوم و ادبیات کا ایک ایسا انمول ذخیرہ یہاں جمع ہو گیا، جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب ہر طرف لوٹ مچی ہوئی تھی اور عمارتیں زمین بوس ہو رہی تھیں تو شاہی کتابخانوں کی قیمتی کتابیں بھی تتر بتر ہونے لگیں۔ ہندستان کے پانچ چھ سو برسوں کے علم کا خزانہ اور عالموں اور پنڈتوں کی کمائی شاہی کتب خانے میں جمع تھیں لیکن جب ۱۸۵۷ء میں کی جنگ آزادی میں ہندستانیوں اور انگریز سپاہیوں کے درمیان تصادم ہوا تو یہ انمول خزانہ ہاتھوں ہاتھ لُٹ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب حواس بحال ہوئے اور اپنی متاع گرانمایہ کی فکر دامن گیر ہوئی تو ہندستان کی تین شخصیتوں نے اِس کا بیڑہ اٹھایا۔ ایک رام پور کے نواب جن کی کوششوں سے رضا لائبریری کا قیام عمل میں آیا، دوسرے نظام حیدرآباد کے نواب جن کی محنتوں کا ثمرہ سالار جنگ میوزیم کی شکل میں سامنے آیا، تیسرے خدا بخش خاں۔ اِن تینوں میں جاہ و جلال اور مالی اعتبار سے سب سے کمزور خدا بخش خاں تھے لیکن وہ اُن دونوں نوابوں سے اس معاملے میں سبقت لے گئے۔ مغل کی شاہی لائبریری میں لگ بھگ ۶۳۰۰ کتابیں تھیں، اِن میں سے بیشتر کتابیں مختلف ذرائع سے خدا بخش خاں کو حاصل ہو گئیں۔

اپنے زمانے میں خدا بخش خاں قلمی اور مطبوعہ کتابیں خریدنے کے لئے پورے ملک میں مشہور تھے۔ دور دراز سے لوگ ان کے پاس کتابیں لے کر آتے تھے اور یہ اُن کو آمد و رفت کا کرایہ اور دُگنی قیمت دے کر واپس کرتے تھے۔ خدا بخش خاں پر قلمی کتابیں جمع کرنے کی دھن سوار تھی۔ اس لئے مختلف مقامات پر آدمی بھیج کر اور دُگنی قیمت دے کر قلمی و مطبوعہ کتابیں حاصل کر لیتے تھے۔ اسی زمانہ میں جب انگلینڈ میں کتابیں نیلام کی جا رہی تھیں تو ان میں سے بھی بڑی تعداد میں کتابیں حاصل کی گئی تھیں۔ کتابیں اکٹھا کرنے کے کام میں خدا بخش خاں کے ایک ملازم محمد مکی نے بھی بہت اہم رول ادا کیا۔ وہ پچاس روپیہ ماہانہ تنخواہ پر ۱۸/ برسوں تک خدا بخش کے لئے ملک و بیرون ملک کا سفر کر کے نادر قلمی اور مطبوعہ کتابیں حاصل کرتا رہا۔ اس کام کے لئے اس نے بیروت، شام، مصر، سعودی عرب، ایران، اردن وغیرہ ملکوں کا سفر کیا۔ محمد مکی نے رامپور کے نواب کے دربار سے بھی ڈھیر ساری کتابیں حاصل کیں۔

خدا بخش خاں کتابوں کے ایسے رسیا تھے کہ بحیثیت چیف جسٹس اپنے قیامِ حیدر آباد کے دوران ایک دن جب کورٹ سے لوٹ رہے تھے تو ایک کباڑی والے کے پاس پرانی کتابوں کا ایک بنڈل دیکھا۔ انھوں نے اس سے بنڈل کی قیمت پوچھی۔ کباڑی والے نے ان کو غور سے دیکھا اور ان کی وضع قطع اور بولنے کے انداز سے سمجھ گئے کہ وہ بڑے آدمی ہیں۔ اس نے کہا کہ ویسے تو ہم اسے دو تین روپیہ میں بیچتے لیکن جب آپ لے رہے ہیں تو یقیناً یہ کوئی قیمتی کتاب ہے، اس لئے میں ۲۰/ روپے لوں گا۔ خدا بخش نے ۲۰/ روپے میں خرید لیا۔ اس بنڈل میں عربی تاریخ کی نادر کتابیں تھیں۔ بعد میں نظام حیدر آباد نے ۶۰۰/ روپے اسے خریدنا چاہا لیکن خدا بخش نے منع کر دیا۔

اِس انمول ذخیرے سے متاثر ہو کر برٹش میوزیم نے منہ مانگی قیمت ادا کرنے کی پیش کش کی لیکن خدا بخش خاں نے یہ کہتے ہوئے اپنے ذخیرے کو بیچنے سے انکار کر دیا کہ "میں ایک غریب آدمی ہوں اور برٹش میوزیم میرے ذخیرے کے لئے جو رقم دے رہی ہے وہ شاہی قیمت ہے، لیکن میں صرف پیسہ کے لئے اپنا ذخیرہ انھیں کیسے دے دوں، یہ میرے اور میرے والد کی زندگی بھر کی کمائی ہے۔ یہ ذخیرہ پٹنہ کے لئے ہے اور میں یہ تحفہ اپنے باشندگان پٹنہ کو ہی پیش کروں گا۔"

خدا بخش خاں کی کتابوں سے سچی محبت، اُن کے خلوص و ایثار اور اِس انمول ذخیرے سے متاثر ہو کر علامہ شبلی نعمانی نے ۱۸۹۱ء میں اعتراف کیا کہ "ان کا کتب خانہ اپنی خصوصیتوں کے لحاظ سے روم و مصر و عرب و ہند کے نامور کتاب خانوں کی صف میں جگہ پانے کے قابل ہے۔" اور برملا اِس کا اظہار کیا کہ "یہ پٹنہ اور پٹنہ والوں کے لئے بڑے فخر کی بات ہے بلکہ ہندستان کے عام مسلمان اس پر فخر کر سکتے ہیں۔" ۱۳۵ / برس گزر جانے کے بعد یہ لائبریری نہ صرف اہل پٹنہ، عام ہندستانی مسلمان بلکہ ہندستان کے ہر ہر فرد کے لئے فخریہ علامت بن گئی ہے۔

محمدیہ کتب خانہ سے خدا بخش لائبریری کا سفر:

۱۸۸۸ء میں خدا بخش خاں نے لائبریری نے ایک دو منزلہ عمارت بنوائی اور محمدیہ کتب خانہ کا نام تبدیل کر اورینٹل لائبریری اس کا نام رکھا۔ اب انھیں اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ اس لائبریری کو عوام کے سپرد کیا جائے۔ چنانچہ ۲۲/ اگست ۱۸۹۰ء کو انھوں نے اس لائبریری کو حکومت کے انتظام میں دینے کی پیش کش کی اور اس سلسلے میں ۱۵/ اکتوبر ۱۸۹۰ء کو سید بادشاہ نواب رضوی کی صدارت میں عمائدین شہر کی ایک میٹنگ منعقد کی۔ ۲۷/ اکتوبر ۱۸۹۰ء کو کمشنر پٹنہ کو حکومت بنگال کی ایک چٹھی موصول ہوئی جس میں خدا بخش خاں کی فیاضی اور جذبۂ خدمت کو سراہا گیا کہ انھوں نے علوم مشرقیہ کے قلمی اور مطبوعہ

نسخوں کا شاندار ذخیرہ جس کی مالیت لاکھوں روپے ہے اور ایک عمارت جس کی قیمت ۸۰؍ ہزار روپے ہے، پٹنہ میں پبلک لائبریری کے لئے پیش کیا ہے۔ ۲۶؍نومبر ۱۸۹۰ء کو خدا بخش خاں نے پھر ایک عام جلسہ کیا اور اپنی رپورٹ پیش کی۔ ۱۶؍ جنوری ۱۸۹۱ء کو انھوں نے انگریزی زبان میں ایک وقف نامہ رجسٹری سے تعمیل کر کے اس لائبریری کو عوام کے لئے باضابطہ وقف کر دیا۔

۲۶؍ جون ۱۸۹۱ء کو حکومت نے لائبریری کا خرچ چلانے کے لئے ۲۰۰ روپے سالانہ گرانٹ دینا منظور کیا۔ ۳۰؍جون ۱۸۹۱ء کو لائبریری کے نظم و نسق کے لئے ۲۵؍افراد پر مشتمل ایک مینیجنگ کمیٹی بنائی گئی جس کے سرپرست لفٹننٹ گورنر بنگال قرار پائے۔ کمیٹی کے صدر کلکٹر پٹنہ مقرر ہوئے۔ خدا بخش خاں بھی اس کے ایک ممبر بنائے گئے۔ ۵؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کو سر چارلس ایلیٹ (Sir Charles Eliot) نے باضابطہ اس لائبریری کا افتتاح کیا۔ ۱۸۹۳ء میں سر انتونی میکڈانل (Antony Patrick MacDonnell) لائبریری آئے اور یہاں کے ذخائر کو دیکھ کر غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا۔ ۳؍اپریل ۱۸۹۵ء کو لارڈ ایلگن (Lord Elgin) لائبریری کو دیکھنے آئے۔ جنوری ۱۹۰۳ء میں لارڈ کرزن (Lord Curzon) لائبریری کا معائنہ کرنے پٹنہ آئے اور یہاں کے نوادرات سے اتنے متاثر ہوئے کہ مشہور مستشرق orientalist سر ڈینی سن راس (Sir Denison Ross) کو اس کی توضیحی فہرست (Annotated List) تیار کرنے کی صلاح دی۔ ۱۹۰۵ء میں خدا بخش خاں نے لارڈ کرزن کی یاد تازہ رکھنے کے لئے اپنی نشست گاہ یا آفس کو لائبریری کا حصہ بنایا اور اس کو کرزن ریڈنگ روم کے نام سے موسوم کر دیا۔ خدا بخش خان نے حکومت کے حوالے کرتے وقت اس لائبریری کا اورینٹل نام رکھا تھا لیکن عوام اور حکومت نے ان کی بے لوثی، فیاضی اور خدمت خلق کے اعتراف میں ان کے نام کو اس لائبریری کا جزو بنا دیا جو خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری کے نام سے جانی جاتی ہے۔

۱۸۹۱ء میں خدا بخش خاں نے اپنے اور اپنے والد کے ذاتی ذخیرے کو پبلک کے سپرد کیا تو حکومت نے ان کو اس لائبریری کا پہلا سکریٹری نامزد کیا۔ ان کے وفات کے بعد ان کے خاندان کے افراد شہاب الدین خدا بخش، محی الدین خدا بخش، صلاح الدین خدا بخش، ابوالحسن خان، ولی الدین خدا بخش اور قاسم حسن خان لائبریری کے سکریٹری نامزد ہوتے رہے۔ ۱۶؍ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو گیارہ رکنی اعلی اختیاری بورڈ کی تشکیل ہوئی اور بہار کے گورنر اس بورڈ کے چیرمین منتخب کئے گئے۔ دسمبر ۱۹۶۹ء میں حکومت ہند نے پارلیمانی ایکٹ کے ذریعہ اسے قومی اہمیت کے ادارے کا مرتبہ عطا کیا اور اس کے مصارف کی تمام تر ذمہ داری قبول کی۔

تائید غیبی:

کتابوں کی جمع آوری میں خدا بخش کے غیر معمولی انہماک کا ذکر کرتے ہوئے سر جدو ناتھ سرکار نے لکھا ہے کہ ان کے ذریعہ لائبریری قائم کئے جانے کے خلوص کا اندازہ اس سے نہیں لگایا جا سکتا کہ انھوں نے اپنی آمدنی کا قریب پورا ہی حصہ اس کی نذر کر دیا بلکہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جاگتے سوتے ہر وقت ان کے ذہن میں لائبریری ہی رہا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ خواب بھی اسی کو دیکھا کرتے تھے۔ اس ضمن میں انھوں نے دو واقعات کا ذکر کیا ہے جو خود خدا بخش کی زبانی ہیں:

"شروع میں قلمی نسخے بہت دھیرے دھیرے آتے تھے۔ لیکن ایک رات ایک اجنبی خواب میں میرے پاس آیا اور بولا کہ اگر تم کتابیں چاہتے ہو تو میرے ساتھ آؤ۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چلا اور ایک پُرشکوہ عمارت تک پہنچ گیا مگر پھاٹک پر اس اجنبی کا انتظار کرنے لگا جو میرے ساتھ آیا تھا اور اندر چلا گیا تھا۔ کچھ

دیر بعد وہ اجنبی باہر آیا اور مجھے اندر ایک بڑے کمرے میں لے گیا جس میں ایک نقاب پوش اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اس اجنبی نے ان لوگوں سے میری طرف اشارہ کر کے کہا، یہ شخص قلمی نسخے لینے آیا ہے۔ ان نقاب پوش نے جواب دیا۔ انھیں سب دے دو۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد میری لائبریری میں قلمی نسخے بے تحاشا آنے لگے۔''

سرجدوناتھ سرکار نے آگے لکھا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی مقدس محفل تھی۔ دوسرا واقعہ بھی انھوں نے خدا بخش کی زبانی نقل کیا ہے:

''ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ میری لائبریری کی بغل کی گلی میں بہت سارے لوگ جمع ہیں۔ جب میں اپنے گھر سے باہر آیا تو لوگ مجھے دیکھ کر چلانے لگے کہ حضور ﷺ آپ کی لائبریری میں تشریف لائے ہیں اور آپ انھیں لائبریری دکھانے کے لئے وہاں گئے بھی نہیں۔ میں جلدی سے قلمی نسخوں کے کمرے میں گیا۔ میں جب وہاں پہنچا تو آپؐ تشریف لے جا چکے تھے۔ لیکن حدیث کے دو قلمی نسخے ٹیبل پر کھلے پڑے تھے۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ حضورؐ یہی حدیثیں مطالعہ فرما رہے تھے۔'' سرجدوناتھ سرکار کے مطابق ان دونوں حدیث کی کتابوں پر خدا بخش خان نے لکھ دیا ہے کہ ان کو لائبریری سے باہر نہیں ہونا چاہئے۔ ان میں ایک کتاب المشیخہ ہے۔ اس کی دوسری کاپی کہیں موجود نہیں ہے۔ اس پر خدا بخش کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ تحریر موجود ہے: ''اسے لائبریری سے باہر نہیں ہونا چاہئے۔'' دوسری کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔

قلمی اور مطبوعہ کتابوں کا انوکھا خزانہ:

خدا بخش لائبریری میں دنیا بھر کی نادر اور انمول قلمی کتابیں جتنی کثیر تعداد میں موجود ہیں اتنی ہندستان ہی کیا، دنیا کے کسی اور ملک کی کسی بھی لائبریری میں شاید ہی ہوں۔ بہت سی ایسی قلمی اور مطبوعہ کتابیں یہاں موجود ہیں جو دنیا میں نایاب ہیں۔ عربی کے ٦٤٧٨، فارسی کے ٨٤٣٧، اردو کے ١٢٢٨، ترکی کے ٢٦، پشتو کے ٩، پنجابی کے ٦، برج بھاشا کے ١٣اور ہندی سنسکرت کے ٩٦ مخطوطات ہیں۔ اس کے علاوہ تقریباً چودہ ہزار خطوط، ایک ہزار سکّے، چار ہزار پینٹنگس اور متعدد خطاطی کے نمونے ہیں۔ تین لاکھ کے قریب اردو، فارسی، عربی، انگریزی اور ہندی کی مطبوعہ کتابیں ہیں۔

زبان و ادب کی خدمات کے ذیل میں دو کام بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک کتابوں کا تحفظ اور دوسرا نشر و اشاعت۔ ان دونوں اعتبار سے خدا بخش لائبریری کی خدمات بہت اہم ہیں۔ اردو کتابوں کا جو ذخیرہ مخطوطات اور مطبوعات کی شکل میں یہاں موجود ہیں، وہ ہندستان کے دوسرے کتاب خانوں میں مشکل سے نظر آئے گا۔ اردو مخطوطات کی تعداد ١٢٢٨ کے لگ بھگ ہے جو مذاہب، ہندومت، تفسیر، لغات قرآنی، تجوید و قرات، حدیث، عقائد، مناظرہ، فقہ، اصول فقہ، فتاوی، فرائض، اوراد و ادعیہ، عملیات، طنز و مزاح، ادبی تنقید، روزنامچہ، لغت، قواعد، بلاغت و عروض، طب، موسیقی، منطق و فلسفہ، معاشیات، قانون، ریاضی، تقویم، رمل و جفر، فالنامہ، تفریحات، علم نباتات، کیمیا، بیطرہ، کتاب خانہ، تصوف، اخلاق و مواعظ، سیرت، حمد و نعت، تذکرہ، شاعری، ڈرامہ، علم نجوم جیسے موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ ان میں دیوان مصحفی کی آٹھویں جلد، دیوان راسخ کا خودنوشت نسخہ، مرقع مرآۃ الملوک، پنچھی باچہ، تذکرہ خوش معرکہ زیبا اور خط ناخن میں قصیدہ مدحیہ نادر ترین مخطوطات میں شامل ہیں اور اردو کا سب سے قدیم مخطوطہ سید عبد اللہ ولد سید بہادر علی کی کتاب ''تنبیہ الغافلین'' ہے۔ محمد شکر اللہ نے ١٢٠٧ھ مطابق ١٧٩٣ء اس کی کتابت کی۔ کتابوں کے تحفظ اور اس کے رکھ رکھاؤ کا بہترین انتظام کیا گیا ہے۔ جہاں تک نشر و اشاعت کا تعلق ہے تو اس لائبریری سے پانچ سو کے قریب کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں ٦٠ فیصد کتابیں اردو زبان و ادب سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسلامیات، ہندستانی مذاہب، قرآنیات، تصوف، نفسیات، تاریخ، تحریک آزادی، تذکرہ شعرا، تذکرہ علما و

صوفیا، تذکرہ مشاہیر، آپ بیتی، سوانح، سفر نامے، سائنس و طب، تعلیمات، فہارس مخطوطات، نصاب تعلیم، اردو ادبیات، شاعری/ دواوین ناول/ ناولٹ، داستان و قصص، لغت و قواعد مکاتیب اردو رسائل کی فہرستیں، اردو رسائل کے اشاریے، اردو رسائل کی عکسی اشاعت، اردو رسائل کا انتخاب، تحقیق، تنقید، تدوین، صحافت، عربی فارسی ادبیات، ہندی ادبیات، غالبیات، شاد عظیم آبادی، آزادیات، سرسیدیات ، تحقیقات قاضی عبد الودود، غوری تحقیقات وغیرہ موضوعات پر متعدد کتابیں اس لائبریری سے شائع ہو چکی ہیں۔

اردو کے تعلق سے جو بنیادی کام خدا بخش لائبریری میں ہوا ہے، ان میں سب سے بڑا کام بہار اردو لغت کی ترتیب و تشکیل ہے۔ اردو ہندستان کے مختلف مقامات پر بولی اور لکھی جاتی ہے۔ اس پر علاقائی اثرات کا پایا جانا لازمی ہے۔ دکن اور گجرات والے اپنی علاقائی بولی کی اہمیت سے واقف تھے، اس لئے انھوں نے اپنی علاقائی بولی سے اردو دنیا کو متعارف کرایا۔ چنانچہ اسی کے نتیجے میں دکنی لغت اور گجری لغت منظر عام پر آئے۔ لیکن بہار میں اس نوعیت کا کوئی کام نہیں ہوا تھا۔ خدا بخش لائبریری نے ایک منصوبہ کے تحت یہ کام کرایا اور دبستان عظیم آباد نے اردو زبان کی تشکیل میں جو حصہ لیا ہے، اسے بہار اردو لغت کے ذریعہ اجاگر کیا۔ اس میں تقریباً چار ہزار الفاظ و محاورات کو جمع کیا گیا ہے، جو بہار میں بولے جاتے ہیں۔ ان الفاظ و محاورات کی سند میں بہار کے مستند شعرا و ادبا کے شعری و نثری کلام کو پیش کیا گیا ہے۔ کسی بھی دبستان کے لئے اس کی اپنی ڈکشنری ہونی ضروری ہے۔ بغیر لغت کے کسی کو دبستان ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اس اعتبار سے خدا بخش لائبریری کا یہ کام بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اسے دبستان عظیم آباد کو اعتبار دلانے کے لئے بنیادی قدم کے طور پر سمجھا جانا چاہئے۔

لغت نویسی کے سلسلے میں خدا بخش لائبریری کی دوسری اہم پیش کش نیاز علی بیگ نکہت دہلوی کی اردو فرہنگ "مخزن فوائد" کی تدوین و ترتیب ہے۔ "شمس البیان" کے بعد یہ دوسری فرہنگ ہے جو اردو مصطلحات، محاورات اور امثال سے بحث کرتی ہے۔ "فرہنگ آصفیہ" اردو کی مستند فرہنگوں میں شمار ہوتی ہے۔ یہ تو ہم سب جانتے ہیں لیکن اردو دنیا اس بات سے نا آشنا تھی کہ فرہنگ آصفیہ کے مؤلف نے اپنی فرہنگ میں مخزن فوائد سے نقل کی حد تک استفادہ کیا ہے۔ اس لغت کے منظر عام پر آجانے سے فرہنگ آصفیہ سوالات کے گھیرے میں آ گئی ہے۔

فارسی زبان و ادب کے تعلق سے خدا بخش لائبریری نے ہمہ جہت خدمات انجام دی ہے/ ۸۶۳۷ فارسی مخطوطات یہاں موجود ہیں جو تاریخ، تذکرہ (انبیاء، حکماء، محدثین و علما، وزراء و امرا، صوفیا، شعرا، مشاہیر)، جغرافیہ، عمارات و مساکن، اسفار، شاعری، قصص و حکایات، صرف و نحو، لغات، عروض و قوافی، صنائع و بدائع، انشاء و بلاغت، معمیات و امثال، فلسفہ، اخلاق و مواعظ، طب، حساب و ہندسہ، ہیئت و نجوم، نقاشی و خطاطی، جفر، تفسیر، اصول حدیث، فقہ، عقائد، مناظرہ، تصوف، ادعیہ، مجامیع ، کتب سماوی، حدیث، منطق ، اقلیدس، موسیقی، روزنامچہ و دستور العمل، مصاحف، قرات و تجوید، رسم قرآن، اصول تفسیر، فرائض، ہندومت، دینیات، اوراد و وظائف، علم کلام، سیرت، فرامین و حکم نامے، انساب و شجرات، ادبی تنقید، بیاض/ کشکول، علم رمل، فالنامہ، تعبیر خواب، انسائیکلو پیڈیا، درسیات، تفریحات و شکاریات، علم المساحت، تقویم، جواہرات، طلسمات، حیوانات، صنعت و حرفت، موسمیات، زراعت، کیمیا، علم قیافہ، علم سیاق/ علم الاعداد، طبعیات، لطائف و ظرائف، محاورات و اصطلاحات، اشجار و احجار، اصطرلاب، جبر و مقابلہ، علم فراست، فن حرب، طعام/ مطبخ، فہرست نگاری، سوانح، پیمائش کے موضوت پر مشتمل ہیں۔ ان مخطوطات میں سب سے قدیم مخطوطہ ۶۷۰ھ مطابق ۱۰۷۸ء کا مکتوبہ ہے۔ یہ تاریخ طبری کا فارسی ترجمہ ہے جو ابوعلی البلعمی کی کاوش کا نتیجہ ہے۔

مطبوعات کے سیکشن میں بھی فارسی کی ہزاروں کتابیں ایسی ہیں جو نایاب و نادر ہیں۔ خود خدا بخش لائبریری نے ۱۳۱پچ سے زائد فارسی کتابیں شائع کی ہیں جو تاریخ، تذکرہ، لغت، شاعری، سفرنامہ، ہندومت جیسے موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان میں"خلاصہ انیس الطابین"، "جہانگیر نامہ"، "سیرت فیروز شاہی"، "دیوان حافظ: شاہی نسخہ"، "لغت ترکی"، "آوارہ گرد اشعار"، "محبوب الالباب"، "فرہنگ زفان گویا"، "دیوان اظہر علی آزاد کاکوروی"، "دیوان غزلیات عرفی شیرازی"، "مکتوبات صدی" اور "غزلیات شبلی" اہم ہیں۔

خدا بخش لائبریری نے عربی زبان و ادب کے ارتقاء میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ یہاں عربی کے ۴۶۷۸ مخطوطات محفوظ ہیں اور جس میں ۵۰۰ سے زائد نادر ترین قلمی نسخے ہیں۔ تین جلدوں میں الگ سے اس کی توضیحی فہرست شائع ہو چکی ہے۔ یہ مخطوطات مصاحف، تجوید و قرات، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد، تصوف، مواعظ، ادعیہ، صرف ونحو، بلاغت، لغت، عروض و قوافی، ادب، حکمت، منطق، مناظرہ، حساب، ہندسہ، ہیئت، نجوم، زیچ، رمل، جفر، طب، سرجری، لغات ادویہ، قرابادین، بیطرہ، فلاحت، تاریخ، سیرت، کیمیا، تذکرہ، اسماء الرجال، فرائض، خطبات، انشا، اقلیدس، ضرب الامثال، اخلاق، جغرافیہ، مرقعات و وصلی، علم تسخیر، دینیات، اوراد، وظائف، الکلام، انساب، حیوانات جیسے موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ مطبوعات سیکشن میں ہزاروں کتابیں ایسی ہیں جو نادر ہیں۔ اس کے علاوہ ٦ سے زائد عربی کتابیں یہاں سے شائع ہوئی ہیں۔ یہ سب یہیں کے مخطوطات ہیں جو تدوین ہوکر شائع ہوئے ہیں۔ ان میں ''اختیار الرفیق لطلاب الطریق'' اور ''الاثمار الحنفیہ'' بہت اہم ہیں۔

قدیم ترین مخطوطہ:

خدا بخش لائبریری کا سب سے قدیم ترین نسخہ نویں صدی عیسوی کا ہے۔ ہرن کی جھلی پر سورہ ابراہیم کی چند آیتیں کوفی خط میں لکھی ہوئی ہیں۔ اس کو حضرت علیؓ سے منسوب کیا جاتا ہے لیکن مصدقہ نہیں ہے۔

ورلڈ رجسٹر میں درج مخطوطہ:

یونیسکو میموری آف دی ورلڈ رجسٹر ۲۰۱۰ء (The UNESCO Memory of the World Register 2010) میں خدا بخش لائبریری کے ایک اہم ترین مخطوطہ "تاریخ خاندان تیموریہ" کو شامل کیا گیا ہے۔ یہ کتاب شہنشاہ اکبر کے حکم سے لکھی گئی تھی۔ اس میں تیمور سے لے کر اکبر کے ۲۲ویں سال جلوس تک کی تاریخ درج ہے۔ اس کی دوسری کاپی موجود نہیں ہے۔ اس مخطوطہ کی ایک اہم خوبی اس کے تصاویر ہیں جو تعداد میں تین سو کے قریب ہیں۔ ہر تصویر کے نیچے تصویر بنانے اور رنگ بھرنے والے کا نام درج ہے۔ یہ تصاویر مغل آرٹ کے اعلیٰ نمونے ہیں۔

قومی اہمیت کے حامل مخطوطات:

خدا بخش لائبریری کے چار مخطوطات کو ہندستان کی مرکزی حکومت نے قومی اہمیت کا حامل مخطوطہ تسلیم کیا ہے۔ اس میں دو فارسی کے ہیں اور دو عربی کے۔ پہلا تاریخ خاندان تیموریہ ہے جس کا ذکر اوپر ہوا۔ دوسرا دیوان حافظ ہے جو مغل کی لائبریری کی زینت رہ چکا ہے اور مغل بادشاہ اس سے فال نکالا کرتے تھے۔ اس پر ہمایوں اور جہانگیر کی تحریریں اور دستخط ثبت ہیں۔ اول صفحہ پر سلطان حسین بایقرا اور دوسرے سلاطین اور امراء کے دستخط ہیں۔ تیسرا کتاب التصریف ہے جو عربی زبان میں ہے۔ اس کے مصنف سرجری کے بانی ابوالقاسم الزہراوی ہیں۔ یہ ۱۱۹۰ء میں لکھی گئی تھی اور سرجری پر مصور نسخہ ہے جس میں ۱٦۳ تصاویر ہیں۔ یہ عرب مصوری کے عمدہ نمونے ہیں۔ اس میں سرجری کے جو آلات دکھائے گئے ہیں، وہ آج بھی استعمال میں ہیں۔ یہ سرجری پر دنیا کی پہلی کتاب مانی جاتی ہے جس کا دنیا کی بیسیوں زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ چوتھا کتاب الحشائش ہے۔ یہ عربی میں ہے۔ مشہور یونانی ماہر نباتات دیاسقوریدوس (Pedanius

(Dioscorides

نے یونانی زبان میں یہ کتاب لکھی جو ۱٤۹۹ءمیں شائع ہوئی۔میٹر یا میڈیکا پر یہ پہلی کتاب ہے۔ اس موضوع پر چودہ کتابیں بہترین شمار کی جاتی ہیں، ان میں یہ سب سے عمدہ ہے۔حنین بن اسحاق نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا جس پر بعد میں حسین بن ابراہیم الطبری نے ۹۹۱ء میں نظر ثانی کی، یہی نسخہ یہاں موجود ہے۔ یہ کتاب کسی زمانے میں دار الشفا جلالی شیراز میں تھی۔ یہ مصور نسخہ ہے جس میں ٥۲٤ پودوں اور جانوروں کے خوبصورت تصاویر ہیں جو عرب مصوری کے اعلی نمونے ہیں۔

شاہی مخطوطات:

عام طور پر تاریخی کتابوں میں یہ معلومات فراہم نہیں کی گئی ہے کہ کشور کشائی، رزم آرائی اور عشق و معاشقہ کے علاوہ علم و ادب کے تعلق سے ایک بادشاہ کی کیا دلچسپی تھی۔فراہمی کتب اور مطالعہ کتب سے اسے کس حد تک رغبت تھی۔ جہاں تک مسلمان بادشاہوں کا تعلق ہے تو دوسری صدی ہجری/آٹھویں صدی عیسوی سے ہمیں اس کے بارے میں جانکاری ملنے لگتی ہے۔خلفاء بنی عباس نے اولاً تحصیل علوم کی جانب توجہ کی۔ ہارون الرشید نے دو قدم آگے بڑھ کر یونانی کتابوں کو قیصر روم سے جبراً حاصل کیا اور علماء یہود و نصاری سے ان کا ترجمہ کرایا۔ خلفاء بنی عباس کا قائم کردہ دار الحکمت اس وقت کا سب سے بڑا علمی مرکز تھا۔اسی زمانے میں مصر میں خلفاء بنی فاطمہ اور اندلس میں خلفاء بنی امیہ نے اس میدان میں عمدہ کام کیا۔جس محبت اور لگن سے ان خلفاء نے چمن آرائی کی تھی، اسی بے دردی سے ہلاکو خاں اور فرڈینیڈ (Ferdinand)اور ایزابیلا (Isabella) نے بغداد اور اندلس کو برباد کردیا۔ اسی طرح مصر میں خلفاء بنی فاطمہ کا کتب خانہ یوسف صلاح الدین کے ہاتھوں منتشر ہوگیا۔ہندستان میں مغل شاہی، عادل شاہی، قطب شاہی اور اودھ کے نوابوں کے کتاب خانے اپنی ایک شان رکھتے تھے۔لیکن ۱۸٥۷ء میں یہ سارے کتاب خانے انگریزوں کے ہاتھوں سے محفوظ نہیں رہ سکے۔خدا بخش خاں نے ان بکھرے اور منتشر علمی ذخائر کو سمیٹنے کی بھرپور کوشش کی۔ ان کی انہیں کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ان کی لائبریری میں شاہی کتاب خانوں کے متعدد مخطوطات موجود ہیں۔ان کے حصول میں کتنی جاں فشانی کا سامنا ان کو کرنا پڑا ہوگا، اس کا تصور ہی محال ہے۔ یہ ان کے خلوص اور بے لوث خدمت کا نتیجہ ہے کہ خدا بخش لائبریری میں ہند اور بیرون ہند کے بادشاہوں کے کتاب خانوں کے متعدد مخطوطات موجود ہیں۔خود خدا بخش نے اپنی رپورٹ میں اس کا ذکر کیا ہے کہ اس لائبریری میں مغل، قطب شاہی، عادل شاہی اور اس کے علاوہ دیگر شاہی کتب خانوں کے مخطوطات موجود ہیں۔جہاں تک بیرون ہند شاہی کتاب خانوں کا تعلق ہے تو یہاں مصر کے دو، فارس کے دو، یمن کے ایک، ماوراء النہر کے ایک، سمرقند کے ایک اور عثمانیہ سلطنت کے تین مخطوطات ایسے ہیں جو وہاں کی شاہی لائبریریوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ہندستان کے مغل کے ۱٤، قطب شاہی کے ٥، عادل شاہی کے ۳، نوابین اودھ کے ٥، گجرات کے دو، بنگال کے ایک اور کاشی کے ایک مخطوطات شاہی کتب خانے کے ہیں۔

خدا بخش لائبریری میں شاہی کتب خانوں کے جو مخطوطات موجود ہیں، ان میں سب سے قدیم غنیۃ الحساب ہے جو ۱۳۸٤ء کا مکتوبہ ہے۔ یہ عربی زبان میں حساب کے موضوع پر ہے۔ یہ مخطوطہ کسی زمانے میں قطب شاہی لائبریری، حیدرآباد کی تحویل میں تھا۔جس زمانے میں یہ مخطوطہ لکھا گیا، اس وقت قطب شاہی سلطنت کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نہ صرف اپنے کتب خانے کے لئے کتابیں لکھواتے تھے بلکہ پہلے سے موجود مخطوطات کو حاصل بھی کرتے تھے۔ مغل کی شاہی لائبریری کا سب سے قدیم قلمی نسخہ خمسہ نظامی ہے جو ۱٤۷۸ء کا مکتوبہ ہے۔

عادل شاہی کتب خانے کا سب سے قدیم مخطوطہ فتح الباری ہے جس کی کتابت ۱۶ ویں صدی عیسوی میں ہوئی۔ اودھ کی شاہی لائبریری کا قدیم ترین مخطوطہ اختیارات بدیعی ہے جو ۱۵۸۸ء کا مکتوبہ۔ شاہی کتب خانوں کے جو مخطوطات اس لائبریری میں محفوظ ہیں، وہ قرآن، تجوید، حدیث، فقہ، دعا، دینیات، تاریخ، تذکرہ، طب، شعروادب، علم نجوم، ہیئت، قواعد، حساب، خطوط، خطاطی، ہندومت، تصوف، داستان وقصص، دائرۃ المعارف، شکاریات وغیرہ موضوعات پر محتوی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حکمرانوں کے ذہن و دماغ کس نہج پر کام کرتے تھے۔ خدا بخش خاں نے اس لائبریری کو زرخیز اور ثروت مند بنانے میں جو انتھک کوشش کی، اس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔

پینٹنگ کا عمدہ ذخیرہ:

خدا بخش لائبریری میں عرب، ایرانی، ترکی، ہندستانی، مغل، راجپوت، اودھ، پٹنہ قلم، سکھ، کشمیر، تنجور وغیرہ اسکول کی Miniature Paintings کا ایک عظیم ذخیرہ بھی موجود ہے جس کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے۔ اس میں مغلیہ دور کی پینٹنگ اتنی اہم ہیں کہ ملک ہندستان میں تعمیراتی آرٹ کے نقطہ نظر سے جو مقام تاج محل کو حاصل ہے Miniature Paintings کے اعتبار سے وہی مقام خدا بخش لائبریری کو حاصل ہے۔ یہاں موجود مصور نسخے کے نام ہیں: عرب پینٹنگ؛ کتاب الحشائش، کتاب التصریف، فارسی پینٹنگ؛ منطق الطیر، مخزن اسرار، شاہنامہ، دیوان حافظ، ہفت اورنگ، سبحۃ الابرار، خمسہ نظامی، مطلع الانوار، خاور نامہ، مجالس العشاق، کلیات سعدی، بوستان، گلستان، یوسف زلیخا، کلیات خاقانی، مجموعہ شاہ جہانی، مجموعہ نفیسہ، دیوان شرف جہاں قزوینی، عجائب البلدان، ترکی پینٹنگ فتوح الحرمین، شہنشاہ نامہ، ہندستانی پینٹنگ؛ تاریخ خاندان تیموریہ، پادشاہ نامہ، دیوان حافظ، کلیات حافظ، اسکندر نامہ، شاہ نامہ، خسرو وشیرین، یوسف زلیخا، کلیات سعدی، حملہ حیدری، مجموعہ قصص منظوم، فتوح الحرمین، مرقع مرات الملوک، زاد المسافرین، شجاع حیدری، گوی و چوگان، پدماوت، بھگوت پران، شریمد بھگوت گیتا، شری ستوترا، شری راماین، سیرت فیروز شاہی، چڑیوں کا مرقع، راگ راگنی، God and Goddesses، پٹنہ قلم اور اس کے علاوہ متعدد مصوری کے البم ہیں۔

قدیم ترین مطبوعہ:

خدا بخش لائبریری میں تین لاکھ سے زائد مطبوعہ کتابیں جن میں سب سے قدیم ۱۶۵۵ء کی شائع شدہ کتاب ہے۔ یہ Ex,Lugduni Batavorum Typographia Erpeniana Linguarum Orientalium سے طبع ہوئی۔ یہ کتاب دراصل عربی کی مشہور کتاب تاریخ طبری کا لاٹن زبان میں ترجمہ ہے، جسے Thomae Erpenii نے عربی سے لاٹن میں ترجمہ کیا ہے۔ ہر صفحہ پر ایک جانب عربی متن ہے اور دوسری جانب لاٹن زبان میں اس کا ترجمہ ہے۔ اس کا نام Historia Saracenica: Latine Arabic۔ یہ ۳۳۹/صفحات پر مشتمل ہے۔ طباعت کی ایجاد کے بعد کا قدیم ترین مطبوعہ نسخہ ہے۔

مشاہیر کی خودنوشت تحریریں:

حافظ ابن حجر عسقلانی (جامع الصحیح البخاری، البذل الماعون)، جامی (شرح فصوص الحکم، سلسلۃ الذہب، خلاصہ انیس الطالبین)، علی بن حسام الدین متقی (جوامع الکلم)، فیضی (موارد الکلم)، تقی الدین کاشی (خلاصۃ الاشعار وزبدۃ الافکار)، نوراللہ شوستری (حاشیہ علی حاشیہ قدیمہ)، عبدالحق محدث دہلوی (شرح سفر السعادت)، ظفر احسن خان (کلیات احسن)، مرزا عبد القادر بیدل عظیم آبادی (مجموعہ رباعیات)، شاہ ولی اللہ دہلوی (الصحیح البخاری)، شیخ علی حزین (دیوان مجذوب، دیوان حزین)، اندرامن (بہار عجم)، غلام علی آزاد بلگرامی (ید بیضا)، نذیر حسین محدث

دہلوی (المجموعہ)، کامران مرزا، شہنشاہ محمد بابر (دیوان کامران)، ہمایوں، جہانگیر (دیوان حافظ)، شاہ جہاں (تاریخ خاندان تیموریہ)، محمد سلطان بن اورنگ زیب (جہانگیر نامہ)، راسخ عظیم آبادی (دیوان راسخ) جیسے یگانہ روزگار اور فخر زمانہ اشخاص کی خودنوشت تحریریں بھی خدابخش لائبریری کی زینت ہیں۔

مشاہیر کی آمد:

خدا بخش لائبریری ابتدا ہی سے اہل دانش وبینش کی خصوصی دلچسپی اور توجہ کا مرکز رہی ہے۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی (۱۸۹۱ء، ۱۹۰۷ء)، لارڈ لٹن (۱۸۹۵ء)، حکیم اجمل خان (۱۹۰۱ء)، افتخار عالم مارہروی (۱۹۰۲ء)، عبدالسلام ندوی (۱۹۰۲ء)، لارڈ کرزن (۱۹۰۳ء)، وائسرائے لارڈ کرزن (۱۹۰۳ء)، وائسرائے لارڈ منٹو (۱۹۰٦ء)، علامہ سید سلیمان ندوی (۱۳۳۲ھ، ۱۹۰۹ء)، مولانا ظفر علی خان (۱۹۰۷ء)، شاہ منیر عالم (۱۹۰۸ء)، سرعبدالقادر (۱۹۰۹ء)، مولانا ثناء اللہ امرتسری (۱۹۰۹ء)، سید امداد امام اثر (۱۹۰۹ء)، شرف الدین یاس ٹونکی (۱۹۱۲ء)، حکیم عبدالحی (۱۹۱۲ء)، لارڈ ہارڈنگ (۱۹۱۳ء)، وائسرائے لارڈ ریڈنگ (۱۹۲۲ء)، سرجگدیش چندر بوس (۱۹۲۴ء)، گاندھی جی (۱۹۲۵ء)، وائسرائے لارڈ ارون (۱۹۲۸ء)، جان سائمن (۱۹۲۸ء)، مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی (۱۹۳۸ء)، بابائے اردو مولوی عبدالحق (۱۹۴۰ء)، ڈاکٹر عابد حسین (۱۹۴۰ء)، سی وی رمن (۱۹۴۴ء)، لارڈ ماؤنٹ بیٹن (۱۹۴۸ء)، سید مسعود حسن رضوی ادیب (۱۹۵۰ء)، قاضی عبدالغفار (۱۹۵۱ء)، عبد الماجد دریابادی (۱۹۵۲ء)، عبد الباری ندوی (۱۹۵۲ء)، رضا علی خاں نواب رامپور (۱۹۵۲ء)، جواہر لال نہرو (۱۹۵۳ء)، ہمایوں کبیر، ڈاکٹر ذاکر حسین (۱۹۵۷ء)، قاضی عبدالودود، حسن عسکری، کلیم الدین احمد، مولانا ابوالحسن علی ندوی، ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام اور نہ جانے کتنے علم وادب اور فکر وسیاست کے آفتاب و ماہتاب نے اس لائبریری سے اپنی علمی پیاس بجھائی اور اس کی عظمت کا اعتراف و احترام کیا۔

عمارتیں:

خدا بخش خاں نے ۱۸۸۸ء میں لائبریری کے لئے ایک دومنزلہ عمارت بنوائی اور اسے عوام کے حوالے کردیا۔ ۱۹۳٤ کے زلزلے میں اس کی اوپری منزل گر گئی۔ ۱۹۳۸ء میں حکومت بہار نے ایک نئی عمارت اسی احاطہ میں بنوائی۔ جگہ کی کمی کے سبب ۱۹٦۹ء میں حکومت ہند نے دوبارہ اس کی اوپری منزل بنوائی۔ پھر بھی جگہ کی کمی محسوس ہونے لگی تو ۱۹۸۳ء میں اسی سے ملحق ایک سہ منزلہ عمارت حکومت ہند نے بنوائی جس کا افتتاح ۱۲/ فروری ۱۹۸۳ء کو سابق صدر جمہوریہ عزت مآب گیانی ذیل سنگھ نے کیا۔ آفس کی عمارت مخدوش ہوجانے اور جگہ کی کمی کے سبب مزار سے ملحق ایک چار منزلہ عمارت حکومت ہند نے تعمیر کرائی جس کا افتتاح سابق گورنر بہار اور صدر جمہوریہ عزت مآب رام ناتھ کووند نے ۱۲/ جون ۲۰۱۷ء کو کیا۔

جنوری ۱۹۰۳ء میں لارڈ کرزن لائبریری کا معائنہ کرنے پٹنہ آئے۔ ان کی آمد خدابخش لائبریری کے لئے بڑی اہمیت کی بات تھی اس لئے اس کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ۱۹۰۵ء میں خدا بخش نے اپنی نشست گاہ یا آفس کو لائبریری کا جزو بنادیا اور اس کو کرزن ریڈنگ روم سے موسوم کردیا۔

نادر مشرقی قومی اثاثہ
خدا بخش لائبریری

پروفیسر مجید بیدار
سابق صدر شعبۂ اردو۔ جامعہ عثمانیہ

ہندوستان کی سرزمین کو یہ اعزاز حاصل رہا ہے کہ اس ملک کے باشندے ہمہ جہت خدمات کے علمبردار رہے ہیں۔ کئی ایسی شخصیتیں بھی اس ملک میں پیدا ہوئیں جنھوں نے اپنی جدوجہد کے توسط سے قومی ورثہ اور مختلف ادوار کے ورثے اور نوادرات کو یکجا کرنے کا کارنامہ انجام دیا۔ ایسے اہم کارناموں پر آزادی کے بعد حکومت کی توجہ مبذول ہوئی۔ چنانچہ ذاتی کتب خانہ کے قیمتی مخطوطات اور نوادرات کے علاوہ نایاب نسخے اور گراں قدر کتابوں کے بیش بہا ذخیرہ کو ہندوستان کی سرزمین میں بکھرنے سے بچانے کے لئے پٹنہ کے ایک کتب خانے کو خدا بخش لائبریری کی حیثیت سے نمائندگی دی گئی۔ چونکہ اس کتب خانہ میں مشرقی دنیا کی نمائندگی ہوتی ہے، اسی لئے اس لائبریری کو اورینٹل پبلک لائبریری قرار دیا گیا۔ اس کتب خانہ کے قیام کے لئے 14/جنوری 1891ء کو خدا بخش خاں مرحوم نے اپنے نجی کتب خانہ کو قوم کے حوالے کردیا۔ 1969ء تک یہ کتب خانہ صوبائی حکومت کے ذریعہ اپنی کارکردگی انجام دیتا رہا۔ اس کتب خانہ کے ذخیرہ میں خدا بخش خاں کی خدمات ہی نہیں بلکہ ان کے والد محمد بخش خاں کے جمع کردہ اثاثے قوم کے لئے محفوظ کردئے گئے۔

اس کتب خانہ کو شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کو بہار کے گورنر کی حیثیت سے اس علاقہ کی ترقی کی ذمہ داری سونپی گئی۔ انہوں نے مرکزی حکومت سے مشاورت کے بعد اس کتب خانہ کی ترقی کے لئے ستمبر 1962ء میں ایک انتظامیہ بورڈ کا قیام عمل میں لایا اور ڈسمبر 1969ء سے مرکزی حکومت کے ایک ایکٹ کے تحت خدا بخش لائبریری کو قومی اہمیت کا حامل ادارہ قرار دیا گیا۔ اس طرح مرکزی زیرِ انتظام اس کتب خانہ کو قوم کی ملکیت کا درجہ حاصل ہوا۔

خدا بخش لائبریری کی جانب سے اس کتب خانہ کے بانی خدا بخش خاں کے یومِ پیدائش کے موقع پر 2 اور 3 اگست کو یادگار منائی جاتی ہے۔ ان کی وفات ۳/اگست ۱۹۰۸ء کو ہوئی تھی۔ اس اعتبار سے ہر سال ان تواریخ میں نادر مخطوطات اور نوادرات کی نمائش کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس کتب خانہ میں دو اہم قدیم کتابوں کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے جن میں ''تاریخ خاندانِ تیموریہ'' اور'' بیاضِ محمد حسین کشمیری'' جو نیشنل میوزیم سے کتب خانہ خدا بخش میں منتقل کی گئی ہیں اور ان مخطوطات کی حفاظت کے لئے دو لاکھ روپئے کا انشورنس مقرر کیا گیا۔ اس طرح خدا بخش لائبریری کی جانب سے علمی و ادبی سمینار ہی نہیں بلکہ لسانی اقلیتوں پر بھی سمینار منعقد کئے جاتے ہیں۔ عام طور پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور پٹنہ کے دوسرے اداروں کے تعاون کے ذریعہ خدا بخش لائبریری کے ذریعہ سمیناروں کا انعقاد عمل میں لایا جاتا ہے۔ اس خصوص میں کتب خانہ کی جانب سے ''راجہ رام موہن رائے کی دوصد سالہ تقریب'' اور ''اردو میں دانشوری'' کے موضوعات کے علاوہ کئی سمینار منعقد کئے گئے۔

کتب خانہ میں موجود نادر کتابوں میں مشہور کاتب یاقوت المستعصمی کا نقل کردہ

قرآنِ پاک اور 12 ویں صدی کی دو نایاب پینٹنگ کے علاوہ نظامی کی "مخزنِ اسرار" کے علاوہ عطار کی "مظہر العجائب" ہی نہیں بلکہ "دیوانِ سودا"، "دیوانِ انشاء" کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ قلمی نسخوں کے ذخیرہ میں نایاب کتابیں جیسے "فرہنگ جہانگیری"، "دیوانِ عاشق"، "مذہب العمار"، "احسن الاخلاق"، "تفسیرِ بیضاوی" کے علاوہ "قصر الصلوۃ" کے نسخے موجود ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فارسی اور عربی ہی نہیں بلکہ اردو کی نایاب کتابوں کا ذخیرہ اس لائبریری کی زینت بنا ہوا ہے جسے خدابخش خاں نے اپنے ذاتی کتب خانہ کی زینت بنائی تھی۔

اس کتب خانہ کی خوبی یہی ہے کہ ذاتی کتب خانہ کو عوامی اور قومی کتب خانہ کا درجہ حاصل ہوگیا ہے۔ اس کتب خانہ کے ذریعہ سارے ہندوستان سے نایاب مخطوطات خریدی جاتی ہیں اور پرانے ہی نہیں بلکہ بوسیدہ مخطوطات کی مرمت اور جلد بندی پر توجہ دی جاتی ہے تاکہ آنے والی نسلوں تک بحفاظت مخطوطات کو پہنچایا جاسکے۔ دنیا میں چھاپہ خانہ کی ایجاد سے قبل ہاتھ سے لکھی جانے والے کتابوں کو مخطوطات کا درجہ دیا جاتا رہا ہے۔ اس کتب خانہ کی خوبی یہی ہے کہ جہاں مخطوطات اور مطبوعات کی حفاظت کی جاتی ہے وہیں ان کو جدید سائنٹفک پروگرام کے تحت نگہداشت کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔

لائبریری میں موجود اسٹاک کا معائنہ کیا جاتا ہے اور کتابیں شائع بھی کی جاتی ہیں۔ طویل عرصہ تک خدابخش لائبریری سے شائع ہونے والے اہم اور ضخیم رسالے "خدابخش لائبریری جنرل" کی نمائندگی لائبریری کے سابق سکریٹری عابد رضا بیدار کی ادارت میں جاری رہی۔ ان کے عہد میں اس کتب خانہ کی ہمہ جہت ترقی ہوتی رہی۔ نہ صرف اس کتب خانہ کے مخطوطات کی فہرستیں تیار کی گئیں بلکہ کتب خانہ میں موجود کتابوں کی فہرست بھی شائع ہوتی رہی ہے۔ ان فہرستوں میں انگریزی اور اردو دونوں زبانوں کا اندراج کیا گیا ہے۔ خدابخش لائبریری میں موجود 5434 مخطوطات کی فہرستیں تیار ہوچکی ہیں۔ کتب خانہ سے 757 کتابوں کا اجراء عمل میں لایا جاچکا ہے۔ تحقیق سے دلچسپی رکھنے والے قارئین اور اسکالرس کو مخطوطات کی فوٹو کاپی بھی فراہم کی جاتی ہے۔

مخطوطات کو محفوظ کرنے اور ان کی اشاعت پر توجہ دینے کے ساتھ ساتھ یہ کوشش کی گئی ہے کہ ضرورت مندوں تک اس کی نقل پہنچانے کی تدبیر کی جائے۔ چنانچہ پورے کتب خانہ کو جدید انداز سے آراستہ کیا گیا ہے۔ مخطوطات کے علاوہ بے شمار مطبوعات بھی موجود ہیں۔ مہمانوں کے لئے اقامت خانہ کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

بلاشبہ اس کتب خانہ کی خوبی یہی ہے کہ مشرقی علم و ادب اور فلسفہ ہی نہیں بلکہ ثقافتی، سیاسی اور سماجی خدمات کے سلسلہ میں اس کتب خانہ کو بیش بہا ذخیرہ حاصل ہوچکا ہے۔ دلچسپی سے ایک ہندوستانی نے اپنے ذاتی اخراجات سے اس کتب خانہ کی بنیاد رکھی اور نایاب اور نادر مخطوطات کے علاوہ قدیم اور وسطی دور کے شاہکار پینٹنگ اور ہندوستانیوں کی جانب سے ہندو مذہب، جین اور بدھ مت کے علاوہ سکھ مذہب، عربوں کے اسلامی مذہب کے احوال اور تاریخ کے ساتھ ساتھ ان کے مذہبی فلسفوں پر بھی اس کتب خانہ میں نایاب مخطوطات موجود ہیں۔ ہندوستان کی ابتدائی تہذیب اور وسطی تہذیب کے علاوہ اس ملک میں مسلمانوں کی آمد کے بعد ترکی تہذیب اور مغل تہذیب کے علاوہ ملی جلی تہذیب کے ساتھ ساتھ انگریزی تہذیب کے نشانات سے وابستہ قلمی کتابوں اور بطورِ خاص نادر مصوری کے نمونوں کو بھی اس کتب خانہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

خدابخش لائبریری کے کتب خانہ کو بلاشبہ جس طرح گورنر ذاکر حسین نے اس کتب خانہ کی حفاظت کے ساتھ مرکزی امداد فراہم کر کے کارنامہ انجام دیا، ابوالکلام آزاد کی اس کتب خانہ سے دلچسپی کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ کتب خانہ انتہائی خوبصورت عمارت میں نادر و نایاب کتابوں کا ایسا ذخیرہ ہے جس میں بلاشبہ مشرقی دنیا کے ممالک اور وہاں کے باشندوں کی زندگیوں کی طویل تاریخ کو محفوظ رکھنے والے مخطوطات اور مطبوعات موجود ہیں۔ اس پس منظر میں ہندوستانیوں کے لئے خدابخش لائبریری کو ایک یادگار اور قومی ورثہ کی حیثیت سے اہمیت کا حامل قرار دیا جاتا ہے۔

بیاد
مولوی خدا بخش خان
بانی خدا بخش لائبریری، پٹنہ

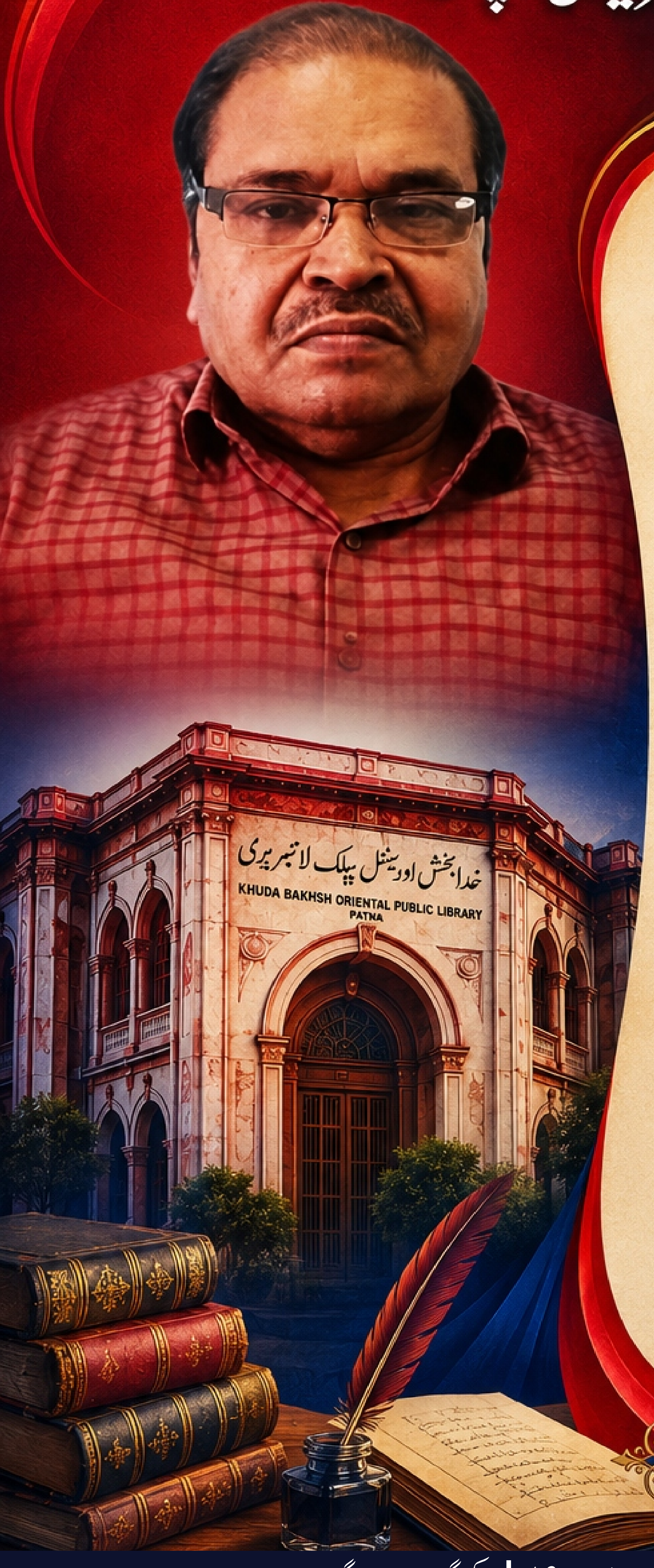

ایک یادگار نظم

تھے خدا بخش محسن اردو
جن کا ممنون ہے جہانِ ادب

دے گئے ہم کو ایسی وہ میراث
ہوتے ہیں بہرہ مند جس سے سب

جو اکٹھا کئے تھے مخطوطات
ہیں بقائے ادب کا اپنے سبب

صدق دل سے یہی دعا ہے مری
ان پہ نازل ہو رحم و فضلِ رب

ان کا یوم وِفات تین اگست
کیوں نہ برقی ہو وجہ رنج و تعب

احمد علی برقی اعظمی مرحوم

غزل

شمیسہ فاروقی

(جدہ)

مری آہیں کررہی ہیں مرے غم کی ترجمانی
میں کہاں سے لفظ لاؤں کہ سنا سکوں کہانی

مرے ضبط پر تعجب، مرے رنج سے وہ حیراں
اسے کیا خبر کہ کیا تھی مرے اشک کی روانی

وہی طرز ہے تمہارا، وہی بے خبر سی خو ہے
نہ کبھی ہوئے ہو نادم، نہ گئی ہے بدگمانی

یہ ہے دور الجھنوں کا، کہاں وقت ہے گلوں کا
ذرا مسکرا کے دیکھو، مرے بھائی،مہربانی

کئے بے شمار وعدے، مجھے کب یقین آیا
چلی عمر بھر ہماری یہی بزم لن ترانی

کیوں جلا رہے ہو شمعیں،نہیں اب کوئی اندھیرا
سیہ رات ڈھل چکی ہے، ہوئی صبح ہے سہانی

غزل

احمد علی رِفعت کارنجہ لاڈ

(ضلع واشم مہاراشٹر)

میں ترے ساتھ چل نہیں سکتا
اپنی فطرت بدل نہیں سکتا

چاند دن میں نکل تو سکتا ہے
شب میں سورج نکل نہیں سکتا

حوصلہ ہے تو عین ممکن ہے
ورنہ پتھر پگھل نہیں سکتا

آدمی کو طمع ستاتی ہے
ورنہ دل بھی مچل نہیں سکتا

شرط لازم ہے ہر عمل کے لیے
حال ورنہ بدل نہیں سکتا

تیر لفظوں کا مارا ہے اس نے
جو کہ دل سے نکل نہیں سکتا

دل کا اپنے بھی مدعا ہے کوئی
"جو زبان سے نکل نہیں سکتا"

مجھ کو دنیا ستاتی ہے رفعتؔ
میں تصوف پہ چل نہیں سکتا

غزل

مدھوش بلگرامی

(بہرا سوداگر۔ ہردوئی)

دُھوپ نیزے اگر ڈراتے ہیں
سائے بھی کب مجھے لبھاتے ہیں

دن کیا ایسے بدل بھی جاتے ہیں
باپ کو بچے آزماتے ہیں

ھر طرف حبس نامرادی ہے
جھونکے پھر بھی ہوا کے آتے ہیں

طول ہوجاتی ھیں مری راتیں
جب وہ حال قفس سناتے ہیں

سرحدیں میری بھی تمام ہوئیں
قافلے کتنے بچھڑے جاتے ہیں

خوش ہوں خانہ بدوش ہوکر بھی
خواب گھر کے مگر ستاتے ہیں

خط تمہارے وہ آج بھی مدھوش
کتنی ترتیب سے سجاتے ہیں

بہار میں ادب، ثقافت اور سماج پر صوفی بھکتی تحریک کے اثرات پر خدا بخش لائبریری میں دو روزہ قومی سمینار کا انعقاد

ا۔ پروفیسر محمد زاہد الحق، ڈائریکٹر، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، جناب امتیاز احمد کریمی، سابق چیئرمین، بہار پبلک سروس کمیشن، مشہور ادیب جناب شفیع مشہدی، پروفیسر رتنیشور مشرا، پروفیسر صفدر امام قادری، جناب ندیم الغفار صدیقی، اڈیشنل سکریٹری، حکومت بہار، جناب ایس ایم اشرف فرید، مدیر روزنامہ قومی تنظیم، جناب ارشد فیروز، سابق چیئرمین، گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ اور ڈاکٹر محمد ذاکر حسین، لائبریری انفارمیشن اسسٹنٹ۔

بہار کے ادب، ثقافت اور سماج پر صوفی بھکتی تحریک نے کیا اثرات ڈالے اور اس سے کیا کیا فائدے حاصل ہوئے، اسی کی تحقیق و تلاش کے مقصد سے خدا بخش لائبریری میں ۱۷ و ۱۸ جولائی ۲۰۲۶ کو دو روزہ قومی سمینار کا اہتمام کیا گیا۔

اس کے افتتاحی اجلاس میں پروفیسر محمد زاہد الحق، ڈائرکٹر خدا بخش لائبریری نے اپنے استقبالیہ کلمات میں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کا دن میرے لیے اس معنی میں مبارک ہے کہ میری جوائننگ کے محض ایک مہینے کے اندر ہی ایسی تقریب منعقد کرنے کی سعادت نصیب ہوئی جو کبھی خدا بخش لائبریری کی روایت ہوا کرتی تھی۔ خدا بخش لائبریری پریوار نے قدم آگے بڑھانا شروع کر دیا ہے۔ یہ ہمارے لیے نیک فال ہے۔

معروف فکشن نگار اور شاعر جناب شفیع مشہدی نے اس سمینار کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ بہت دنوں کے بعد یہ لائبریری ایک فعال نوجوان کی قیادت میں آئی ہے۔ یہ سمینار ان کے آگے کے عزائم کا پیش خیمہ ہے اور اس کا آغاز بھی ایک اہم موضوع سے ہوا ہے جس نے سماج و معاشرہ کو بھائی چارہ کے ساتھ رہنا سکھایا۔

علم و ادب اور فکر و فن کی معروف شخصیت پروفیسر صفدر امام قادری نے اپنے پر مغز کلیدی خطبہ میں مورخین کے سامنے ایک بنیادی سوال رکھا کہ ہم صوفی بھکتی تحریک کے متون پر کتنا بھروسہ کر سکتے ہیں۔ ودیا پتی کے متون پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، لیکن امیر خسرو اور کبیر کے متون پر آج بھی سوالیہ نشان لگا ہوا ہے۔ آدمی ہارتا نہیں آخر دم تک لڑتا رہتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ موجودہ دور کے مورخین، محققین اور دانشوران اس کا حل ضرور تلاش کر لیں گے اور ہمیں تلاش کرنا ہی پڑے گا۔

ممتاز تاریخ داں پروفیسر رتنیشور مشرا نے اپنے صدارتی خطبہ میں اس بات پر زور دیا کہ صوفی بھکتی تحریک کی جڑیں چاہے جتنی قدیم ہوں، سولہویں صدی میں شباب پر آئی۔ اس نے عام فہم زبان کو وقار بخشا۔ اس کا اثر علاقائی زبانوں پر خوب ہوا۔ اسی کا سہارا لے کر ودیا پتی نے میتھلی زبان کو عزت بخشی اور شیخ شرف الدین یحیٰ منیری کے سبب روحانیت کی بڑی بڑی باتیں لکھی گئیں۔ یہ ہمارا قیمتی ورثہ ہے جس کی بدولت بڑے بڑے دانشور منظر عام پر آئے۔

حکومت بہار کے ایڈیشنل سکریٹری جناب ندیم الغفار صدیقی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے تہذیب و تمدن کے تحفظ کے تعلق سے چند تجاویز پیش کیں اور اس کی پر زور سفارش کی کہ آج کا دور ڈیجیٹل دور ہے، اس لئے سارے متون کو ڈیجیٹل فارم میں لانا نہایت ضروری ہے تا کہ افادہ عام ہو سکے۔

بہار پبلک سروس کمیشن کے سابق چیرمین جناب امتیاز احمد کریمی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ صوفی بھکتی تحریک کا ہندستان بالخصوص بہار کے ادب، تہذیب اور سماج پر خاصا اثر ہوا ہے۔ یہ تحریک انسان کو خدا سے قریب کرتی ہے جسے ہم روحانیت کہتے ہیں۔

پروفیسر محمد زاہد الحق، ڈائریکٹر، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری سمینار کے شرکا سے مخاطب ہوتے ہوئے۔

گورنمنٹ اردو لائبریری کے سابق چیرمین جناب ارشد فیروز نے فرمایا کہ خدابخش لائبریری ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ یہاں سے جو پیغام نشر کیا جاتا ہے، دنیا اسے بڑے احترام سے سنتی ہے۔ آج کا یہ پیغام انسانیت کی آواز ہے۔ صوفی بھکتی تحریک نے وحدانیت اور مساوات کی تعلیم دی ہے۔

روزنامہ قومی تنظیم کے چیف ایڈیٹر جناب اشرف فرید نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ صوفی بھکتی تحریک نے مشترکہ گنگا جمنی تہذیب کی روایت کو پروان چڑھایا اور انسان کو انسان بننے کی تعلیم دی۔

نظامت کے فرائض ڈاکٹر افشاں بانو، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، پٹنہ یونیورسٹی نے انجام دیا۔

اس موقعے سے خدابخش لائبریری سے شائع ہونے والے سہ ماہی تحقیقی جرنل کے تازہ شمارے کا اجرا ہوا۔ خدابخش لائبریری جرنل علم وادب کی دنیا میں اہم مقام رکھتا ہے اور اس میں پیش کئے جانے والے افکار وخیالات کو اعتبار کا درجہ حاصل ہے۔ یہ جرنل اپریل 2024 سے بیک لاگ چلا آرہا تھا۔ اس بیک لاگ کو دور کرنے کے لیے ڈائریکٹر محترم نے خصوصی دلچسپی لی۔ چنانچہ اپریل تا دسمبر 2024 کا مشترکہ شمارہ ایک مہینے کے اندر تیار ہوگیا۔ اگلے دو مشترکہ شمارے پروفیسر کلیم الدین احمد اور قاضی عبدالودود خصوصی نمبر کے لیے مختص کئے گئے ہیں۔ محققین اور ناقدین سے ان خصوصی شماروں کے لیے مقالات کی گزارش کی گئی۔

افتتاحی تقریب کے بعد پہلے اکاڈمک سیشن کا انعقاد ہوا جس کی صدارت کے فرائض پروفیسر اعجاز علی ارشد، سابق وائس چانسلر، مولانا مظہر الحق عربی اینڈ فارسی یونیورسٹی، پٹنہ اور پروفیسر راجیش شکلا، صدر شعبہ تاریخ، پاٹلی پترا یونیورسٹی نے مشترکہ طور پر انجام دئے۔

’اس سیشن میں چار مقالات پیش کئے گئے۔ جناب معصوم عزیز کاظمی، سابق آئی جی، حکومت بہار نے گیا جی کی خانقاہیں، صوفیائے کرام اور ان کی ادبی خدمات، پروفیسر محمد عارف، سابق پرنسپل، ڈی آر مہیلا کالج، وارانسی نے عہد وسطی کے بہار میں سماجی ہم آہنگی کے فروغ میں صوفیا کا کردار، ڈاکٹر شیو کمار مشرا، سابق کیوریٹر، بہار اسٹیٹ میوزیم نے متھلا کے کچھ صوفی سنت اور سماج پر ان کے اثرات اور پروفیسر تعبیر کلام، شعبہ تاریخ، بنارس ہندو یونیوسٹی، وارانسی نے بہار کے صوفیا اور تیرہویں۔ چودھویں صدی میں ہندستانی زبانوں کا فروغ کے عنوانات پر اپنے مقالات پیش کئے اور اہم نکات پر روشنی ڈالی۔ آخر میں پروفیسر محمد زاہد الحق نے تمام دانشوران اور سامعین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بزم آپ کی وجہ سے منور ہے۔ اس کے لیے شکریہ کا لفظ کافی نہیں ہے۔ امید ہے آئندہ بھی آپ کی عنایت ہمیں ملتی رہے گی۔

اردو یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر سید عین الحسن کی میعاد میں توسیع

ڈاکٹر محمد مصطفےٰ علی سروری

پبلک ریلیشنز آفیسر انچارج، مانو

حیدرآباد، 23 جولائی (پریس نوٹ) مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (مانو) کے وائس چانسلر و ممتاز فارسی اسکالر، پروفیسر سید عین الحسن کی مدت کار میں باضابطہ طور پر توسیع کر دی گئی ہے۔ پروفیسر اشتیاق احمد، رجسٹرار، کے جاری کئے گئے اعلامیہ کے مطابق محکمہ اعلیٰ تعلیم، وزارتِ تعلیم، حکومت ہند کی جانب سے موصول ہوئے مکتوب مورخہ 22 جولائی 2026 کے بموجب صدر جمہوریۂ ہند نے بحیثیت وزیٹر یونیورسٹی یہ توسیع کی ہے۔

پروفیسر سید عین الحسن کو ان کی تعلیمی خدمات اور یونیورسٹی میں جاری ترقیاتی کاموں کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ پروفیسر سید عین الحسن کو 23 جولائی 2021 کو اردو یونیورسٹی کا پانچواں وائس چانسلر مقرر کیا گیا تھا۔ وہ اپنی مدت کار میں یونیورسٹی کو ترقی دینے کے لیے مسلسل کوشاں رہے۔ انہیں کے دور میں یونیورسٹی کو نیک کی جانب سے "A+" گریڈ حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ QS عالمی رینکنگ اور NIRF کی قومی رینکنگ میں مانو کو بہتر مقام ملا۔ قومی تعلیمی پالیسی کے تحت لاء اسکول کا قیام عمل میں آیا جہاں ایل ایل بی اور دیگر کورسز چلائے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اختراعی کورسز کا بھی آغاز کیا گیا۔ ان کی خاص دلچسپی سے وارانسی کیمپس کا قیام عمل میں آیا جہاں بی ایڈ کالج کے علاوہ فاصلاتی تعلیم کے خواہشمند طلبہ کے لیے ریجنل سنٹر بھی قائم کیا گیا۔ انہیں جنوری 2025ء میں حکومت کی جانب سے پدم شری سے بھی نوازا گیا۔

ان کی میعاد میں توسیع پر یونیورسٹی کے رجسٹرار پروفیسر اشتیاق احمد، اساتذہ، غیر تدریسی عملہ اور طلبہ نے انہیں مبارکباد دی۔ اس توسیع پر پروفیسر سید عین الحسن نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا اور ارباب مجاز کا شکر ادا کیا۔

سانحۂ ارتحال

ڈاکٹر شہناز مزمل چل بسیں

شمیم ریاض انصاری

بحوالہ ریختہ۔ڈاٹ۔کام

اسلام آباد، پاکستان میں مقیم پچاس سے زائد کتابوں کی تخلیق کار، ممتاز شاعرہ، ادیبہ اور "ادب سرائے" کی بانی ڈاکٹر شہناز مزمل صاحبہ ١٤جولائی ٢٠٢٦ کو خالق حقیقی سے جاملیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ڈاکٹر شہناز مزمل 10/اپریل 1948ء کو فیصل آباد، پاکستان کے ایک علمی وادبی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ان کے والد مزمل حسین قادری (حشر القادری) خود ایک قادر الکلام شاعر تھے، جن کی تربیت نے شہناز کے شعری ذوق کو جلا بخشی۔انہوں نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز بطور لائبریرین کیا اور ماڈل ٹاؤن لائبریری سمیت قائدِ اعظم لائبریری لاہور کی منتظمِ اعلیٰ جیسے اہم عہدوں پر فائز رہیں۔

شہناز مزمل کا شعری اسلوب عفت، پاکیزگی اور شائستگی کا عکاس ہے۔ان کی شاعری روایتی عشقیہ مضامین کے بجائے فکر و شعور، انسانی ہمدردی اور معاشرتی اقدار کی پاسداری پر مبنی ہے۔ ایک خاتون ہونے کے ناطے انہوں نے اپنی شاعری میں عورت کے حقوق اور سماجی جبریت کی بھی بھرپور وکالت کی ہے۔

ادبی خدمات کے ساتھ ساتھ شہناز مزمل نے نئے لکھنے والوں کی آبیاری کے لیے اپنی رہائش گاہ پر "ادب سرائے" کے نام سے ایک مستقل پلیٹ فارم قائم کر رکھا ہے، جہاں ملک کی نامور ادبی شخصیات شرکت کرتی ہیں۔ان کی اب تک 15 شعری مجموعے اور 7 نثری کتب شائع ہو چکی ہیں، جن میں "نورِ کل"، "قرضِ وفا"، "جادہ عرفان" اور "کتابیاتِ اقبال" قابلِ ذکر ہیں۔ ان کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں "سلمیٰ تصدق ایوارڈ" سمیت متعدد اعزازات سے نوازا جاچکا ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی کامل مغفرت فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔

پروفیسر وہاب قیصر صاحب کا انتقال

پروفیسر وہاب قیصر صاحب سابق کنٹرولر آف ایگزامنیشن مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی گچی باولی حیدرآباد ساکن جہاں نما رو برومسجد حنظلہ کا جمعہ 24 جولائی 2026ء کو 11 بجے دن کے قریب انتقال ہوگیا۔وہ اپنی منکسر المزاجی اور شگفتہ مزاجی کے باعث یونیورسٹی کے علاوہ تمام ادبی حلقوں میں انتہائی قدرو منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے پروفیسر پٹھان صاحب سے پہلے وہ انچارج وائس چانسلر کے عہدے پر بھی فائز رہے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی گچی باؤلی حیدرآباد میں وہ تقریبا 17 اہم عہدوں پر فائز رہے پروفیسر وہاب قیصر صاحب اکتوبر 2014 عیسوی میں مولانا آزاد اردو یونیورسٹی سے وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے تھے پسماندگان میں اہلیہ شامل ہیں۔(ادارہ)

آپ کے خطوط

۱۔قابل مطالعہ مشمولات

ماشاءاللہ ماہنامہ اردو گلبن پوری آب و تاب سے جلوہ افروز ہوا۔اداریہ سے خطوط کے کالم تک قابل مطالعہ مشمولات ہیں۔حسن ترتیب اور معیاری انتخاب آپ کی مدیرانہ صلاحیتوں کی غمازی کرتے ہیں۔

بہت مبارکباد پیش ہے۔

آپ نے ظہیر عالم مرحوم کا مضمون بھی شایع فرمایا اس کے لیے ممنون ہوں۔نوازش

اظہر حیات

ناگپور، ہندوستان

۲۔صد تحسین

اس دور میں تسلسل کے ساتھ کسی رسالہ کی اشاعت خواہ وہ آن لائن ہی کیوں نہ ہو ایک مشکل ٹاسک ہے۔آپ اور آپ کی ٹیم لائق صد تحسین و مبارکباد ہے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو سلامت رکھے، آمین

ندیم ماہر،

(قطر)

۳۔شعری حصہ کمزور

اُردو گلبن کا تازہ شمارہ نظر نواز ہوا۔بہت شکریہ

آپ کا اداریہ بہت خوب ہے، مضامین ایسے ہیں کہ خود کو پڑھوا لیتے ہیں۔یہ آج کے دور میں بڑی بات ہے۔سب کچھ بہت عمدہ و اعلیٰ ہے۔

شعری حصہ کمزور اور توجہ طلب لگا۔ویسے رسالہ ہر اعتبار سے خوبصورت ہے۔

بہرحال آپ مبارکباد کے مستحق ہیں سو قبول فرمائیں۔شکریہ

اسلم محمود

ہندوستان

(جواب)

اسلم صاحب

ادارہ ممنون ہے کہ آپ نے اردو گلبن کے کمزور حصہ کی جانب توجہ مبذول کرائی۔ التماس ہے کہ کسی بھی کمزوری کی نشاندہی کردیں تاکہ انتخاب میں احتیاط برتی جائے۔

(ادارہ)

۴۔کارِخیر

غزل کی اشاعت کا بہت بہت شکریہ۔

ادبی نیز معیاری رسالہ نکالنا کار دشوار ہے اور اس کارخیر کو آپ نہایت ہی جانفشانی سے انجام دے رہے ہیں۔رسالے کی ترتیب و اشاعت میں کافی خرچ آتا ہے اور آپ نے کبھی اشارہ بھی نہیں کیا۔بہرکیف سالانہ جو بھی فیس ہو تحریر فرمادیں اور اکاؤنٹ نمبر بھی تحریر فرمادیں تاکہ اس کی خدمت ہو سکے۔فقط والسلام۔

ڈاکٹر گوہر مسعود

فتحپور، ہندوستان

(جواب)

ڈاکٹر صاحب

آپ کے عنایت نامے کے لئے ادارہ آپ کا ممنون ہے۔رسالہ آن لائن ہے اور ادارے نے اس کی کوئی سالانہ مقرر نہیں کی۔ اس کی اشاعت پر اخراجات اُردو گلبن کے اراکین ادا کرتے ہیں۔مخیر حضرات جب بھی چاہیں رسالے کی مالی طور پر مدد کر سکتے ہیں۔ تفصیل کے لیے مہتاب قدر صاحب سے رجوع فرمائیں۔(ادارہ)